اکتوبر
2021ء

حِكۡمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغۡنِ النُّذُرُ ۵ (القرآن:54)

ماهنامه

حکمت بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 15 — وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (القران) — ربیع الاوّل: 1443ھ

شمارہ : 09 — اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ سورۃ القمر) — اکتوبر : 2021ء

ISSN : 2305-6231

ماہنامہ

حِکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- حاجی محمد منظور انور
- انجینئر عبداللہ اسماعیل

مدیر معاون و نگران طباعت	مفتی عطاء الرحمٰن
انتظامی امور	ملک نذر حسین

قانونی مشاورت

- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

اہلِ ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون پچیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 1000 روپے	معمول کا شمارہ 60روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)
حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو: سانحۂ ارتحال بانی مدیر	انجینئر عبداللہ اسماعیل	6
4	فتنۂ دجال......(STAR WAR) (9)	انجینئر مختار فاروقی	10
5	عصر حاضر کا مجاہد اعظم (ملا محمد عمر) (2)		24
6	صلح حدیبیہ: عظیم فتوحات کا نکتہ آغاز	ساجد محمود انصاری	39
7	تلاوتِ دین یا اقامت دین	عامرہ احسان	42
8	سیرتِ طیبہ و اصافِ حمیدہ رحمت عالم ﷺ	پروفیسر زنیرہ ارم	49
9	......امریکہ کو شکست فاش اور طالبان مجاہدین کی فتح	محمد منظور انور	52
10	تبصرہ کتب		58
11	رسید تحائف		59

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

(02)	اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ	آیات
سورة البقرة	بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	165-164

اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں

وَ اخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَ النَّهَارِ

اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں

وَالۡفُلۡكِ الَّتِىۡ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِمَا يَنۡفَعُ النَّاسَ

اور کشتیوں (اور جہازوں) میں

جو دریا میں لوگوں کے فائدے کے لیے رواں دواں ہیں

وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ

اور اُس بارش میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا ہے

فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا

اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہوئے پیچھے سرسبز) کر دیتا ہے

وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ

اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں

وَّ تَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ

اور ہواؤں کے چلانے میں

وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ

اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾

عقلمندوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو (اللہ کا) شریک بناتے ہیں

يُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ

ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

لیکن جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ ہی کے سب سے زیادہ دوست دار ہیں

وَ لَوۡ يَرَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡٓا اِذۡ يَرَوۡنَ الۡعَذَابَ

اور اے کاش ظالم لوگ جو بات عذاب کے وقت دیکھیں گے اب دیکھ لیتے

اَنَّ الۡقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا

کہ سب طرح کی طاقت اللہ ہی کو ہے

وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾

اور یہ کہ اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ

قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ

زمانے کے آخری دور (یعنی قربِ قیامت) میں

بہت سے دھوکے باز جھوٹے لوگ ہوں گے

يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ

وہ تمہارے سامنے ایسی باتیں بیان کریں گے

بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ

جو نہ تم نے کبھی سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادوں نے

فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ

لہٰذا (تمہیں خبردار کیا جاتا ہے کہ)

تم ان سے دور رہنا اور ان کو اپنے سے دور رکھنا

لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ

کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں

(مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات

ے زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

سانحۂ ارتحال بانی مدیر

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

انجینئر عبد اللہ اسماعیل

حکمتِ بالغہ کے بانی مدیر، انجمن خدام القرآن جھنگ کے صدر مؤسس، تحریکِ خلافت پاکستان کے ناظمِ اعلیٰ اور تنظیم اسلامی پاکستان کے مرکزی راہنما 'انجینئر مختار فاروقی' **13** ستمبر 2021ء کو صبح قریباً 8:45 پر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

انہوں نے 10 ستمبر 2021ء بروز جمعہ کو معمول کے مطابق جامع مسجد قرآن اکیڈمی جھنگ میں نماز جمعہ سے قبل سلسلہ وار ترجمہ قرآن نشست میں سورۃ الحدید کا درس دیا۔ 24 آیات کا ترجمہ وتشریح مکمل ہوا تو فرمایا کہ یہ 25 ویں آیت زیادہ تشریح طلب ہے ان شاء اللہ اگلی نشست میں اس کا مطالعہ کریں گے۔

اسی دن بعد از مغرب شہر میں درسِ قرآن کا پروگرام تھا، جہاں سورۃ القیامہ کے پہلے رکوع کا درس دیا اور فرمایا کہ اِن شاء اللہ زندگی رہی تو اگلے درس میں دوسرے رکوع کا مطالعہ کریں گے۔ جبکہ بعد از درس صاحب مکان (جن کے گھر پر درس کا اہتمام تھا) سے فرمایا کہ اگر ان شرکاء میں سے ایک آدمی بھی راہِ راست پر آ گیا تو ہمارا بیڑا پار ہے۔

11 ستمبر کو معمول کی مصروفیات رہیں۔ 12 ستمبر بروز اتوار کو 25 روزہ قرآن فہمی کورس (جو کہ 26 / اگست سے جاری تھا اور 16 ستمبر کو ختم ہونا تھا) میں عصر سے عشاء تک لیکچرز دیے۔ لیکچر کے اختتام پر اپنے موضوعات سے ہٹ کر مطالعہ حدیث کے نصاب سے حدیث نبوی ﷺ

مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَ هُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَ بَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ (دارمی عن الحسن مرسلاً)

''جس کو اس حالت میں موت آئی کہ وہ علم (اس نیت سے) حاصل کر رہا تھا کہ اس کے ذریعے اسلام کو زندہ کرے' اس کے اور نبیوں کے درمیان جنت میں صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔''

کا خصوصی مطالعہ کروایا۔ نماز عشاء قرآن اکیڈمی کی مسجد میں ہی ادا کی۔ صبح معمول کے مطابق اُٹھ کر تہجد اور تلاوت کا اہتمام کیا۔ راقم الحروف نے لاہور جانا تھا صبح 4:30 بجے موبائل ہی پر مجھ سے نماز فجر کا دریافت کیا۔ نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کی۔ بعد ازاں گھر آ کر آرام کے لیے لیٹ گئے۔ پھر قریباً 6:45 پر معمول کے مطابق اُٹھے اور حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے قے آ رہی ہے پھر انہیں قے آ گئی پانی منگوا کر پیا مگر دوبارہ قے آ گئی اور کمزوری محسوس کرنے لگے اور فرمایا کہ کچھ دیر اور لیٹتا ہوں آرام آ جائے گا۔ پھر اس کے بعد نیم غنودگی سی طاری ہوگئی۔ جسم گرم اور بلڈ پریشر نارمل تھا۔ تھوڑا سا شہد پلایا گیا۔ نیم بیہوشی کے عالم میں ہی ہسپتال لے جایا گیا، جہاں چند ہی لمحوں میں وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ان کے اچانک انتقال کی خبر اہل علاقہ اور ملک بھر میں پھیلے ہوئے ان کے عزیز و اقارب اور احباب و تلامذہ پر بجلی بن کر گری۔ جنازہ، بعد از نمازِ عصر قرآن اکیڈمی جھنگ سے ملحقہ گراؤنڈ میں ہونا طے پایا۔ عصر کی نماز میں ہی جنازہ میں شرکت کے لیے آنے والے حضرات کا رش اس قدر بڑھ گیا کہ مسجد کا مین ہال، برآمدہ، صحن، خواتین ہال اور خواتین کی مسجد پُر ہونے کے باوجود لوگ باہر موجود تھے۔

عصر کے بعد میّت کو گھر سے اٹھا کر جنازہ کی جگہ لایا گیا۔ جنازہ سے قبل نائب امیر تنظیم

اسلامی پاکستان محترم اعجاز لطیف صاحب نے شرکاء سے مرحوم کی خدمات کے حوالے سے مختصر خطاب کیا۔ جنازہ پڑھانے کی سعادت راقم الحروف کو حاصل ہوئی۔ بعدازاں اذانِ مغرب کی صداؤں کی گونج میں انہیں ان کے آبائی قبرستان میں سپردِ خاک کردیا گیا۔

ع آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

انتقال کے بعد بھی 3 دن تک تعزیت کے لیے کثیر تعداد میں رشتہ دار، رفقاء، احباب، تلامذہ اور دیگر شخصیات تشریف لاتے رہے اور مرحوم کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھتے رہے۔

قارئین کرام! آج والد محترم ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ وہ اپنے حصہ کا کام کر کے جا چکے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ

ے وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

کے مصداق بعد والوں کے کرنے کے لیے وہ بہت سا کام چھوڑ گئے ہیں۔ ان کی ساری جدوجہد اسی سمت ہی تھی کہ قرآنِ حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت کی جائے اور لوگوں کو قرآن و سنت سے جوڑا جائے تاکہ تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو اور اس طرح رسالت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی منطقی انتہا یعنی اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور غلبہ دین حق کے لیے راہ ہموار ہو جائے۔ ان کی فکر کا نچوڑ یہ تھا کہ کسی طرح سے ''بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے'' جایا جائے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے قرآن مجید کو ترجمہ اور سمجھا کر بیان کرنے کا اسلوب اپنایا اور ساری زندگی اسی کام میں کھپا دی۔

قارئین کرام! ہمیں یقین ہے کہ آپ حضرات والد محترم کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں گے مگر ساتھ ہی یہ گزارش بھی ہے کہ آپ ہمیں (پس ماندگان، کارکنانِ حکمت بالغہ اور قرآن اکیڈمی جھنگ) بھی اپنی خصوصی دعاؤں کا حصہ بنائیں کہ ہم ان کے بعد ان کے مشن کو مزید آگے بڑھا کر ان کے لیے صدقہ جاریہ بن جائیں۔

آیئے! مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ارحم الراحمین اھل الوفا و

الحق اپنے پاس پہنچنے والے اس بندے کے ساتھ خصوصی مغفرت، رحمت اور احسان کا معاملہ فرما کر اپنے قرب میں (فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ) وسیع جگہ عطا فرمائے اور ہمیں صبر جمیل کے ساتھ ساتھ ان کے اس قرآنی مشن کو نئے جذبے سے آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَبۡدَكَ مختار حسین فاروقی فِیۡ ذِمَّتِكَ وَحَبۡلِ جِوَارِكَ، فَقِهٖ مِنۡ فِتۡنَةِ الۡقَبۡرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَأَنۡتَ أَهۡلُ الۡوَفَاءِ وَالۡحَقِّ فَاغۡفِرۡ لَهٗ وَارۡحَمۡهُ اِنَّكَ أَنۡتَ الۡغَفُورُ الرَّحِيمُ

اَللّٰهُمَّ عَبۡدُكَ وَابۡنُ عَبۡدِكَ وَابۡنُ أَمَتِكَ كَانَ يَشۡهَدُ أَنۡ لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنۡتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُكَ وَرَسُولُكَ، وَأَنۡتَ أَعۡلَمُ بِهٖ، اَللّٰهُمَّ اِنۡ كَانَ مُحۡسِنًا، فَزِدۡ فِی اِحۡسَانِهٖ، وَاِنۡ كَانَ مُسِيئًا، فَتَجَاوَزۡ عَنۡ سَيِّئَاتِهٖ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحۡرِمۡنَا أَجۡرَهٗ وَلَا تَفۡتِنَّا بَعۡدَهٗ۔

اَللّٰهُمَّ عَظِّمۡ أَجۡرَهٗ وَنُورَهٗ وَ أَلۡحِقۡهُ بِنَبِيِّهٖ ﷺ وَ أَفۡسِحۡ لَهٗ فِی قَبۡرِهٖ

آمین یا رب العالمین

وہ تمام رشتہ دار، احباب اور رفقاء جو اس موقع پر
ہمارے ساتھ غم میں شریک ہوئے،
مرحوم کو دعاؤں میں یاد رکھا
اور ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شریک کیا
ہم ان سب کے تہ دل سے شکر گزار ہیں

پس ماندگان و کارکنانِ حکمت بالغہ و قرآن اکیڈمی جھنگ

فتنۂ دجّال کے منحوس دور کی ایمان سوز کالی گھٹائیں

9 مغربی صہیونی قوتوں کی ایک رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ کا خوفناک (خود پیدا کردہ) ڈرامائی ماحول (STAR WARS)

انجینئر مختار فاروقی

عالم انسانی میں اَفراد (INDIVIDUALS) ہی اصل اکائی ہیں (اور غالباً INDIVIDUALS کا لفظ 'ناقابل تقسیم' کے لیے انگریزی لفظ INDIVISIBLE ہی سے ماخوذ لگتا ہے) افراد کا مجموعہ قومیں ہے اور قوموں (مختلف رنگ، نسل، شکل، اطوار، زبان، لہجہ، رہن سہن، معاشرتی اطوار وغیرہ) کی مجموعی اجتماعی شکل کا نام تہذیب (CIVILISATION) ہے۔ افراد سے قوموں تک کی اجتماعیت کے سفر میں پہلے خاندان (FAMILY) ہے جسے کنبہ بھی کہتے ہیں پھر کئی خاندانوں کا مجموعہ (باپ اور ماں کی طرف سے رشتہ دار) قبیلہ (TRIBE) کہلاتا ہے۔

ایک فردِ انسانی کی زندگی میں جو مراحل آتے ہیں بعینہٖ یہی مراحل انسانی اجتماعیت اور تہذیب کی بناوٹ میں آتے ہیں۔ خاندان مضبوط ہو یا قبیلہ، افکار و نظریات میں جڑی ہوئی قوم ہو یا تہذیب ____ وہ ہمیشہ ایک 'فرد' ہی کی طرح کمال ہم آہنگی اور یکجہتی سے عمل کرتی ہے یا کسی دشمن کے خلاف اپنے ردّعمل کا اظہار کرتی ہے۔

یہ بات بھی فطرتِ انسانی میں ہے اور یوں خاندانی روایات، قبائلی زندگی اور تہذیبوں کے بناؤ و بگاڑ میں گندھی ہوئی (INBUILT) موجود ہے کہ ماحول میں نظر آنے والی یہ کائنات ایک ایسا 'خول' ہے کہ جس میں آغاز سے آج تک (اور آئندہ بھی) تمام انسانیت اور اجتماعیتیں 'محصور'

ہیں کہ باہر نکلنے کا بالعموم کوئی راستہ نظر نہیں آتا ہے اور نہ ہی باہر نکلنا ممکن ہے۔

انسانی مزاج میں پائی جانے والی ایک حس تجسّس کا مادہ ہے جو کم وبیش ہر انسان میں پایا جاتا ہے۔ پہلے انسان کے وجود میں آ کر شعور تک پہنچنے کے دور سے آج تک اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے اپنے آپ اور اپنے ماحول کے آغاز و انتہاء کی کھوج میں بجا طور پر سرگرداں رہنے کے باوصف تجرباتی اور مشاہدہ کی دنیا میں انسان (جہاں انسان کو عطا کردہ خالق کائنات کی پانچ حسی قوتیں فیصلہ کن ہوتی ہیں) آج تک اپنے آغاز و انجام سے نابلد ہے۔ خیالات، آراء، THEORIES اور سوچ کے تانے بانے کے ساتھ کچھ پیش رفت ہوئی بھی تو اس سے آگے انسان پھر UNSEEN اور غیر مرئی و غیر حسی دنیا کو ماننے پر مجبور ہے یعنی اس نظر آنے والی کائنات کے ساتھ (اس کا ایک جوڑا) ایک اور 'جہان' ہے جو اس کائنات کی وقت کی قید اور اسباب کی زنجیر سے ماوراہے اور ان دونوں کا آپس میں گہرا ربط و تعلق ہے۔

◐ عام انسانوں میں ایک قلیل تعداد INTELLECTUALS کی ہوتی ہے جو اپنی ذہنی و فکری صلاحیتوں میں دوسرے موجود انسان سے بہت بلند ہوتے ہیں۔ ایک معقول تعداد ان دو انتہاؤں کے درمیان اوسط درجے کے لوگ (میڈیا کرز MEDIOCRE) کی ہوتی ہے۔ یہ ذہین لوگ اسی لیے ذہین اقلیت (INTELLECTUAL MINORITY) کہلاتے ہیں اور انسانی اجتماعیت (معاشرہ یا سوسائٹی قبیلہ، قوم، تہذیب) کی 'جان' اور روح رواں ہوتے ہیں۔ ایسے ذہین لوگوں کو جو اس کائنات کی ابتداء اور اس کے انجام و انتہاء کے بارے میں سوچتے ہیں اور متفکر رہتے ہیں بالعموم فلسفی یا فلاسفہ کہتے ہیں۔

دوسری طرف اس کائنات کے ایک بامقصد تخلیق ہونے کے تقاضے کے طور پر پہلے مہذب باشعور اور MANNER & CULTURED............مخلوق حضرت آدم علیہ السلام ہیں انہوں نے دعویٰ بھی کیا کہ خالق کائنات کے بھیجے ہوئے (نبی، رسول، PROPHET، MESSENGER) ہیں اور اس خالق نے مجھے اس ماحول میں BEST AVAILABLE نمائندہ اور نمونہ انسان بنا کر بھیجا ہے تاریخ ایسے لوگوں کو نبی اور رسول کے نام سے پہچانتی ہے حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان بھی ہیں اور پیغمبر بھی انہوں نے ہی ابتداءً انسانوں کو ضروری نادیدہ

حقائق بتائے، دنیا کا آغاز وانجام بتایا اور خالق کائنات کا مقصدِ تخلیقِ کائنات واضح فرمایا۔اس کے بعد وقفے وقفے سے نسلِ انسانی میں ایسے منفرد (PECULIAR) انسان تھے کہ وہ اپنے نظریات کے مطابق خود بھی زندگی گزارتے رہے۔ باقی دنیا بالعموم ایسے لوگوں کا انکار کرتی رہی کم لوگ ہی معاشرے میں ایسے لوگوں کے ہم خیال بنے۔ایسے لوگوں نے نبی، پیغمبر اور خالق کائنات کا نمائندہ ہونے کا دعویٰ کیا اور مسلسل رابطہ رہنے کے بھی دعویدار تھے۔ وہ لوگوں کے لیے نمونہ بنے جب تک یہ 'خاص شخص' زندہ رہتا تھا وہ لوگوں کو حق سمجھاتا تھا اور خود اس پر عمل کرتا تھا اس کے ماننے والے بھی اس پر ایمان لاکر اس کے ساتھ چلنے کا حق ادا کرتے ...... حتیٰ کہ وہ پیغمبر وفات پاجاتے پھر ان کے ماننے والے بھی دنیا سے چلے جاتے اللہ تعالیٰ ایک اور پیغمبر بھیج دیتا تھا۔

ذرائع ابلاغ اور ذرائع نقل وحمل وسفر کی کمی کے باعث یہ کام عرصے تک ایک لوکل اور REGIONAL کام ہی رہا۔

- تاریخی اعتبار سے 'علمِ حقیقی' کی تلاش کے ادوار اس طرح سے گزرے ہیں:

(ا) پہلے مہذب اور باضمیر انسان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام 2000 ق م تک

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر 600 ق م تک

(ج) 600 ق م سے 610 عیسوی تک

(د) 610 عیسوی سے 1258 عیسوی (سقوط بغداد) تک

(ہ) 1258ء سے 2021ء تک

(ا) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات تک سمجھنے کے لیے اس دور کو کئی مزید حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(i) یہ دور انسانیت، وسائل رزق اور ذرائع نقل وحمل کے اعتبار سے انسانیت کا بچپن سے جوانی تک کا عہد ہے۔اس دور میں عام انسان بہت کم سفر کرتا تھا۔ معاش کی فراہمی اور خاندان، بیوی بچوں کی حفاظت ہی سب سے بڑا ISSUE تھا۔اس دور میں کئی صدیوں میں تجربات سے سیکھ کر انسان نے قبیلوں کی صورت میں رہنا اور سفر کرنا (TO MIGRATE) اختیار کرلیا تھا۔

ابتداءً باہمی اپنے تجربات کا SHARE کرنا بہت کم تھا پھر جب قبیلوں کی صورت میں

صدیوں کی مدت گزری تو انسان نے سماجی، طبی، صحت، تربیت، اخلاق، کردار اور اجتماعیت کی طرف سفر کو اہمیت دینا شروع کی۔

حضرت آدم علیہ السلام پہلے مہذب انسان بھی تھے جو سماجی روابط، سیاسی، اخلاقی اور کردار کے معاملات کو خود بھی اختیار کیے ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کرتے تھے۔

قرآن مجید میں سورۂ نساء (01:04) میں آیا ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام سے ان کی اہلیہ حضرت حوا پیدا کر کے نسل کی بڑھوتری کا سلسلہ جاری کر دیا تھا اس عرصے میں انسان نے 'علم الاسماء' کی فطری ساخت کے تحت رہن سہن کی بنیادی ضرورتوں کے بہت سے طریقے ایجاد کر لیے تھے۔ موسم کی شدت (انتہائی سردی گرمی) کے باعث انسان کے ٹھنڈے علاقوں سے ہی اپنے رہن سہن کے لیے اجتماعیت میں قدم رکھا تھا۔

(ii) صدیوں کے تعامل سے انسان نے زمینی موسم، انسانی صحت، مصروفیات، تلاشِ معاش اور رہن سہن پر اس کے اثرات کو پہچانا اور بہتر ماحول کی تلاش میں سفر شروع ہوئے۔ زمین پر خط استواء سے 40° شمال اور 40° جنوب کی طرف کا ہی وہ علاقہ ہے جہاں سطحِ زمین صحراء، پہاڑ، میدانی علاقہ جات، دریا، نہریں، زرعی رقبہ جات ہیں اور موسم بھی انتہائی نہیں بلکہ سال کے چار موسم (سردی، گرمی، بہار، خزاں) پائے جاتے ہیں اور انسانی زندگی کے لیے بہت اہم ہیں۔

(سائبیریا دنیا کا سرد ترین مقام ہے اور شاید ابتدائی HUMAN آبادی کا وہیں سے آغاز ہوا۔ وہاں سے اقوام نکل کر منگولیا، چین اور نیپال، تبت، جارجیا وغیرہ کے راستے معتدل موسم والے علاقوں کی طرف ہجرت کرتے ہیں اور بالعموم یہاں آنے والے اور آباد ہونے والے واپس اپنے آبائی علاقے سائبیریا کبھی نہیں گئے۔ انگریزی کتاب CYBERIA-THE CRADLE OF COUNQUERES میں یہی بیان ہوا ہے کہ 6000 ق م سے سائبیریا سے لوگوں (وحشی اور غیر مہذب انسانوں) کا ایک ریلہ چند صدیوں کے وقفے کے بعد (600 یا 700 سال بعد) مہذب دنیا کی طرف آتا رہا ہے اور ہمالیہ پہاڑ کے شمال سے سفر کرتا ہوا مشرقی یورپ اور مغربی یورپ پہنچا ہے۔)

انسانیت کے اس پہلے دور کے چند اہم واقعات کا یہاں صرف تذکرہ کیا جا رہا ہے:

(1) حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان تھے اور پہلے پیغمبر (PROPHET) بھی تھے پہلے ان کی اولاد اور بعد ازاں دیگر انبیاء کرام (علیہم السلام) کی تعلیمات سے دنیا میں تہذیب، تمدن، کلچر، اخلاق، انسانی اقدار اور مذہب کا فروغ ہوا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا زمانہ زیادہ سے زیادہ 7000 ق م کا ہے۔ ان کے بعد قرآن مجید میں ایک اور پیغمبر کا ذکر ملتا ہے جن کا نام حضرت ادریس علیہ السلام ہے، قرآن مجید میں مزید تفصیلات نہیں ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ آپ خیاط اور لباس کی تیاری کا کام کرتے تھے۔ مسلمان مفسرین کا خیال ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا دور حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے ہی کا ہے۔ (واللہ اعلم)

(2) حضرت آدم علیہ السلام سے کوئی دو تین ہزار سال بعد (تقریباً 4500 ق م کے قریب) حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ آپ عراق ملک میں دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے دوابہ میں واقع اس وقت کی پہلی بڑی انسانی آبادی 'نینویٰ' میں مبعوث ہوئے تھے آپ کی عمر تقریباً 1000 سال تھی، 950 سال تبلیغ فرمائی۔ (القرآن 14:29)

(3) اس کے تقریباً 700 سال بعد ملک یمن میں قوم 'عاد' تھی جو اپنے وقت میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم تھی (جیسے آج امریکہ) حضرت ہود علیہ السلام ان کی طرف پیغمبر آئے تھے۔

(4) قوم عاد کے بعد مدینہ منورہ سے اوپر کے علاقے میں PETRA کی تہذیب اٹھی اور ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام پیغمبر مبعوث ہوئے ان کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کا ہے (2400 ق م)۔

(5) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے ہیں۔ عراق میں اُرّ (URR) شہر کے کھنڈرات ہیں جہاں نمرود نام کے بادشاہ (BLACKS) حکمران تھے انہوں نے کوئی 1500 سال حکمرانی کی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے پہلے سے لے کر 450 ق م تک۔

(6) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کئی اسفار اختیار کیے، مکہ میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو آباد کیا، چاہِ زم زم جاری ہوا، شہر مکہ آباد ہوا، بیت اللہ (حرم مکی) کی تعمیر ہوئی اور حج جاری ہوا جو آج تک جاری ہے۔ دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کو انہوں نے فلسطین میں آباد کیا۔ ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب 'اسرائیل' تھا ان کے بارہ بیٹے تھے۔

یہ بارہ خاندان بنی اسرائیل کہلائے اور آج بھی بنی اسرائیل ہی کہلاتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں بادشادہ بن گئے تھے، جن کے دور میں ان کے بھائیوں نے عالمی تجارت (یورپ سے چین تک) میں قدم رکھا اور ایسا قبضہ کیا کہ آج بھی یہ قبضہ (ہر جائز و ناجائز طریقے سے) جاری رکھے ہوئے ہیں۔

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے 600 ق م تک

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حقانیت اور نبوت (PROPHETHOOD) کے ادارہ کو دنیا میں منوانے کے لیے کئی امتحانوں میں ڈالا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام امتحانوں میں شاندار کامیابی حاصل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی انعام (AWARDS) دیے، جن میں سے تین انعام منفرد اور بہت اہم تھے:

(i) دنیا میں آج کے بعد (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف اس وقت 95 سال سے اوپر تھی) جتنے نبی آئیں گے وہ سب آپ کی اولاد میں ہوں گے۔

(ii) انبیاء کرام علیہم السلام کے گروہ میں ایک بڑے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی اطلاع اور اس وقت کرنے کے کام کی ہدایات ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے دی تھیں مگر وقت کا تعین اللہ نے اپنی 'حکمۃ بالغہ' کے تحت انبیاء کو نہیں بتایا تھا۔ دوسرا ایوارڈ یہ تھا کہ وہ بڑے نبی بھی آپ کی اولاد میں ہوں گے۔

(iii) آپ کو حکم ہوا (اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی اس سعادت میں شریک تھے) کہ آپ مکہ میں موجود بنیادوں پر 'بیت اللہ' یعنی اللہ کا گھر تعمیر کر دیں۔ اس وقت کی گئی دعاؤں میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں قیامت تک رہنے والی 'اُمت مسلمہ' (جس امت کا حصہ آج کے ہم مسلمان ہیں) کے قیام، استحکام اور تا قیامت اپنے اعلیٰ مقاصد کی دعوت کے لیے استقامت سے 'جہاد' پر قائم رہنے کی دعا بھی قبول کر لی گئی۔

اسی دوران دنیا میں حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کا ظہور ہوا، دونوں قوموں نے اپنے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور ان پر عذاب استیصال آ گیا۔ [افسوس کہ بنی اسرائیل کا ایک بڑا گروہ آج تک حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم (پر عذاب آنے کے بعد بھی) کی حمایت اور ان کے غیر انسانی، غیر فطری اور انسان دشمن کلچر کے حمایتی ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کے بعد وہ سمندر DEAD ہو گیا اور اس میں زندگی نہ رہی۔ اس کے 1800 سال بعد آج کے بنی اسرائیل نے اس قوم کے عذاب یافتہ علاقے کو DEVELOP کر کے TOURIST POINT بنا دیا ہے اور قومِ لوط کے عمل کو علی الاعلان PROMOTE کر کے اپنے اوپر عذابِ الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں جبکہ حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر مانتے ہیں۔ لعنة الله على الكاذبين]

حضرت یوسف علیہ السلام کی بادشاہت جلد ہی دو تین نسلوں میں ختم ہو گئی۔ بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا گیا اور مقامی افریقی لوگ (BLACKS) فراعنہ مصر حکمران بن گئے۔

بنی اسرائیل دو گروہوں میں منقسم ہیں: ایک مخلص اور آسمانی ہدایت کا ماننے اور اس پر عمل کرنے والا ہے۔ جبکہ دوسرا گروہ آسمانی ہدایت، تورات، پیغمبر وغیرھم کو مانتا ہے مگر عملاً (FOR ALL PRACTICAL PURPOSES) زندگی کے تمام شعبوں میں سیکولر، بے دین اور آسمانی ہدایت کا دشمن ہے اور اسی رخ پر نت نئے منصوبے سوچ کر اپنے دنیاوی حیثیت و وجاہت کو دائمی اور جاودانی بنانے پر مصروفِ عمل رہتا ہے۔

بنی اسرائیل کا مخلص حصہ مختصر تھا اور زیادہ تر فرعونوں کا مصر میں غلام۔ جبکہ بنی اسرائیل کا بگڑا ہوا گروہ عالمی تجارت میں نمایاں تھا بلکہ اپنی علمی برتری یا نسلی برتری اور اہل کتاب (حامل تورات) ہونے کی سعادت کے باعث عالمی تجارتی چودھراہٹ کا دعویدار تھا اور دوسری اقوام پر رعب ڈالتا تھا۔

بنی اسرائیل کا وہ حصہ جو مخلص تھا وہ مصر میں غلامی کے دور میں نہایت محکوم و مجبور و مقہور تھا اور (منحوس صہیونی برطانوی استعمار کی غلامی میں مسلمانانِ ہند کی طرح) ذلیل و خوار تھا۔

چند صدیوں بعد (1450 ق م کے لگ بھگ) بنی اسرائیل کو فراعنہ مصر کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا انہوں نے نصف صدی کی کوششوں سے اپنی قوم (بنی اسرائیل) کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی۔ فرعونِ وقت رعمیسس دریائے نیل کے ایک حصے میں ڈوب مرا [جس کی لاش 1902ء میں دریافت ہوئی اور عبرت کے نشان کے طور پر قاہرہ کے عجائب گھر میں دنیا کے مطلق العنان (سیکولر، لبرل،

عیاش، بدمعاش، شرابی، بے حیا، زانی، کرپٹ، دین دشمن، اخلاق دشمن، وحی دشمن) حکمرانوں کے لیے عبرت کا نشان ہے اور دنیاوی جاہ وجلال کی بے ثباتی اور رب ذوالجلال کی لازوال عظمت اور دائمی حکمرانی کی دلیل ہے]۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جدوجہد آزادی کے دوران فرعون کے مقابلے میں کام کرتے ہوئے ایک تو جادوگروں کا ایک بڑا گروہ (ENBLOCK) اپنی CONSTITUENCY کے عوام سمیت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا۔ اسی طرح فرعون رعمیسس (جو ڈوب کرمرا) اس کی قابل احترام والدہ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں پالا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعویٔ نبوت پر ایمان لے آئی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ مقام پایا۔ اسی طرح تیسرا (غیر بنی اسرائیلی) گروہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں آج کے عمان کی حکمران قابل احترام ملکہ بلقیس پوری حکومت کے ساتھ (ENBLOCK) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پر ایمان لے آئی تھی (افسوس کہ بنی اسرائیل کا بگڑا ہوا گروہ اپنی نسلی برتری کی وجہ سے اُن گروہوں کو جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت سلیمانؑ کے دور میں ان کے دین میں داخل ہوئے اپنے برابر درجہ نہیں دیتے)۔

قرآن مجید کے دعوے کے مطابق بنی اسرائیل کے بگڑے ہوئے طبقہ نے فراعنہ کی غلامی میں حکمران طبقہ سے روابط کے باعث اور جادوگروں کے ایمان کے باعث ان سے روابط بڑھا کر انہیں نہیں معلوم دین سکھایا یا نہیں سکھایا، البتہ ان سے جادو اور دوسرے غیر فطری علوم (OCCULT SCIENCES) سیکھے۔

بنی اسرائیل ہی کا ایک مؤثر طبقہ آسمانی ہدایت سے دانستہ دور ہوکر دنیا پرستی میں لگ گیا اور اس میں اتنا آگے نکل گیا کہ اپنے لیے صدیوں کے انحرافی اقدامات کو منظّم کرکے سائنس اور فلسفے کا درجہ دے دیا۔ مذہب کے ماننے، انبیاء کے ماننے اور تورات کو ماننے کے باوجود عملاً آسمانی ہدایت سے دُوری اور دین دشمنی اس گروہ کی حقیقی پہچان بن گئی۔ یہ گروہ اپنے خاندان میں ہی آنے والے پیغمبروں کو جھٹلانے اور قتل کردینے کا مرتکب ہوا اور عادی مجرم بن گیا۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے دور (1000 ق م سے 900 ق م) میں بھی اس گروہ نے اپنی سرگرمیوں کو عالمی سطح پر منظّم کرلیا تھا اور یوں عالمی تجارت پر چھا گئے تھے۔ حضرت

سلیمان علیہ السلام کے دور کے بعد جلد ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے والے کمزور پڑ گئے، داخلی انتشار بڑھ گیا (بنی اسرائیل کا بگڑا ہوا طبقہ غالب آ گیا) تو حکومت معاملات بھی کمزور پڑ گئے۔ خیروشر کے درمیان جاری ازلی و عالمی جنگ میں عراق کے حکمران نمرود خاندان کے ایک بادشاہ نے فلسطین (بیت المقدس) پر حملہ کیا اور 400 سالہ عظیم آسمانی حکومت کے وارثوں کو نکال باہر کیا اور شہر میں بدترین ظلم وستم کا بازار گرم کر دیا مذہبی زبان میں یہ سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمانی ہدایت سے روگردانی کی بنا پر تھی۔ یہود (بنی اسرائیل) کی اپنی روایات کے مطابق بیت المقدس اس وقت 12 لاکھ آبادی کا شہر تھا جس میں نصف کے قریب آبادی کو اس بادشاہ نے قتل کر دیا اور باقی کو غلام بنا کر عراق لے گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہود کا انتہائی بگڑا ہوا طبقہ جو بنی اسرائیل ہی کہلاتا تھا مگر عالمی تجارتی روابط کے باعث اس دور زوال میں اپنے عالمی مراکز میں منتقل (SETTLE) ہو گیا جبکہ مخلص یہود کے ساتھ اس بگڑے ہوئے طبقے کا ایک قابل لحاظ حصہ بھی نمرود کی غلامی میں چلا گیا۔

(ج) 600 ق م سے 610 عیسوی تک

تاریخ انسانی کی یہ بارہ صدیاں (600 ق م سے 610 عیسوی تک) انسان دشمن، وحی دشمن اور خدا بیزاری کی صدیاں ہیں، جس میں یہود (بنی اسرائیل) کا بگڑا ہوا طبقہ اپنے گمراہی میں اتنا دور نکل گیا کہ شیطان کا ایجنٹ بن گیا اور خدا بیزار و دین دشمنی میں کافروں سے بھی آگے نکل گیا۔ ایک لحاظ سے آسمانی ہدایت سے محرومی اس حد تک بڑھ گئی اور عام ہو گئی کہ جس کی مثال ڈھونڈھنا مشکل ہے۔

آیئے اس حقیقت کی ذرا تفصیل بھی دیکھ لیں۔

- نسل انسانی میں حضرت آدمؑ پہلے انسان اور پہلے نبی بھی تھے اس کے بعد سے مسلسل نبی تشریف لاتے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کسی علاقے میں نبی بھیجتا تھا، وہ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتے خود اس پر عمل کر کے اس پر چلنا آسان فرماتے اور دوسروں کے لیے نمونہ بنتے رہے۔ اُن پر لوگ ایمان لاتے تھے، نبی کے وفات پانے پر کچھ عرصہ اس نبی کے صحابہ اس مشن کو جاری رکھتے یا اللہ تعالیٰ ایک اور نبی بھیج دیتا۔ یہاں تک کہ کوئی قوم دنیاوی اعتبار سے بڑی ہوتی، لوگ

نہ مانتے تو اللہ تعالیٰ رسول بھیج دیتے تھے جس کے انکار پر پوری پوری قوم اور تہذیب (بادشاہت) ختم کردی جاتی تھی۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی مسلسل تشریف لانے سے 'شر' اور EROTIC ELEMENTS کا فروغ نہیں ہوسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہی انسانی آزمائش کے لیے شر اور شیطان ابلیس پیدا کیے ہیں اس کے نمائندے 'جن' اور 'انسان' ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد میں وقفہ کم ہونے (زیادہ سے زیادہ ایک نسل یعنی 40 یا 50 سال) کی وجہ سے نبی تشریف لاکر ان شیطانی وابلیسی خیالات وعقائد اور نظریات وعادات کی عقلی وفطری نفی کر کے ذہنوں سے مٹا دیتے تھے۔

◐ زیر بحث بارہ صدیاں انسانیت کے لیے اس لیے بدنصیبی کی صدیاں ہیں کہ ان میں یہود کے بگڑے ہوئے طبقے نے عالمی تجارت میں ایک مستحکم درجہ حاصل کرتے ہی (حضرت یوسف علیہ السلام سے تقریباً 1100 سال تک) اپنے تجارتی تجربات کی روشنی میں اپنی دنیاوی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے اور ہمیشہ NO. 1 رہنے کے لیے کچھ مصمم ارادے باندھے۔ چنانچہ ایک طرف اس بگڑے طبقے نے جو بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے اور حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام کی اولاد (بنی اسرائیل) تھے، اپنے لیے کچھ فیصلے کرلیے جو ذیل میں درج ہیں:

قرآن مجید نے بتایا ہے کہ اب جو نبی آئے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔ حضرت اسحاق کے بیٹے حضرت یعقوب اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے جن میں مسلسل نبی آرہے تھے اور بیک وقت ایک سے زیادہ نبی بھی ہوتے تھے (العنکبوت: 27:29)

بنی اسرائیل نے فیصلہ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلا کر ان کا انکار ہی کر دیا جائے۔ چنانچہ آج یہود ونصاریٰ میں دیگر انبیاء کے نام پر لوگ مل جائیں گے جیسے اسحاق (ISAAC)، یعقوب (JACOB)، یوسف (JOSEPH)، موسیٰ (MOSES)، ہارون (HAROON)، داوٗد (DAVID)، سلیمان (SOLOMON)، سیموئیل (SEMOEL)، زکریا (Zachariah)، یحییٰ (JOHN)، اور عیسیٰ (JESUS)، مگر ان کے ہاں نام نہیں ہے تو اسماعیل کا۔ انہوں نے حیلوں بہانوں سے ابراہیم کے

بڑے بیٹے جو مکہ میں آباد ہوئے تھے ان کا انکار کر دیا اور ان کا جو تذکرہ اپنی کتابوں میں تھا وہ بھی مٹا دیا حتیٰ کہ قرآن مجید میں حضرت اسماعیل کی قربانی اور 'ذبح' ہونے کا ذکر ہے جس کی وجہ سے وہ اسماعیل ذبیح اللہ کہلاتے ہیں مگر انہوں نے ذبیح بھی حضرت اسحاق کو بنا دیا اور بعض متقدمین مفسرین و مصنّفین بھی یہود کے لٹریچر سے متاثر ہو کر ان کے ہمنوا بن گئے۔ (دیکھئے کتابچہ ''ذبیح کون'، علامہ حمید الدین فراہیؒ، مطبوعہ قرآن اکیڈمی لاہور)

حضرت اسماعیل علیہ السلام سے متعلق تاریخی، زمینی اور تعمیراتی حقائق کو بھی مسخ کر کے مکہ کی بجائے وہ سب بھی فلسطین میں ثابت کر دیے۔ فلموں ڈراموں میں شوٹنگ کے لیے تاریخی حقائق کو فلمانے کے لیے جو جگہوں کی ضرورت پڑتی ہے یہود اس تجربے سے فرضی جگہوں کے بنانے اور نقل اتارنے وغیرہ سے مانوس ہو گئے تھے جس سے انہوں نے آج 'فلم انڈسٹری' کی بنیاد ڈالی ہے۔ 'میسج' فلم کے لیے شمالی افریقہ میں کہیں (غالبًا) کعبہ اور مسجد نبوی وغیرہ سب مسلم HERITAGE کی فرضی عمارتیں بنا کر ان کو فلما دیا۔ (اعاذنا اللہ من ذالک)

یہود نے اپنے لیے طے کیا کہ وہ اپنے آپ کو اہل کتاب کہلوانے کے لیے یہود کہلائیں گے۔ ابراہیمؑ، موسیٰؑ، تورات، زبور، داؤدؑ و سلیمانؑ وغیرہ کو مانیں گے مگر عملاً آسمانی ہدایت پر چل کر (سچ بولنا، پورا تولنا، دو نمبر مال نہ بیچنا، فرضی حسابات نہ رکھنا، سود نہ کھانا، رشوت سے بچنا وغیرہ سے) کاروبار ترقی نہیں کر سکتا ہے لہٰذا آئندہ ہم اپنی برادری اولادِ ابراہیم میں آنے والے اپنے بھائی بند نبیوں کو بھی جھوٹا کہیں گے، بدنام کریں گے، نہیں مانیں گے اور ضرورت پڑی تو قتل کر دیں گے۔ اَللّٰھُمَّ شَتِّتْ شَمْلَھُمْ وَدَمِّرْ دِیَارَھُمْ۔ آمین

چنانچہ تاریخی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ 600 ق م سے 610ء کا بارہ صدیوں پر پھیلا دورِ نامسعود قتل انبیاء کا دور ہے بنی اسرائیل کے عالمی تجارت پر قبضے (BY HOOK OR BY CROOK) کا دور ہے اور ان انبیاء کی تعداد سینکڑوں اور ہزاروں تک پہنچتی ہے اور ان (بنی اسرائیل) کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ جھوٹے نبی تھے حالانکہ قرآن مجید گواہی دیتا ہے کہ ہر سچے نبی کو پہلے انکار (کفر) اور پھر 'کذاب' کہنے اور 'تکذیب' کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک حدیث میں یہ حقیقت وارد ہوئی ہے کہ یہود (بنی اسرائیل کے انتہائی بگڑے

ہوئے طبقے) نے ایک مختصر مدت میں چالیس سے زائد انبیاء قتل کر دیے۔

یہود کا یہ قتل انبیاء کا عمل اپنی عالمی تجارتی اجارہ داری کے دوام اور باطنی خلفشار (FEELING GUILTY CONSCIEOUS) کو دبانے کے لیے تھا۔

یہود کے صدیوں قتل انبیاء کے عمل کو یوں بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ وہ خدا کو مجبور کر رہے تھے کہ وہ مزید نبی بھیجنا بند کر دے ہمیں مزید آسمانی ہدایت نہیں چاہیے اسی عمل کو ظاہر کرنے کے لیے انگریزی محاورہ ہے 'FORCING GOD'S HANDS'۔

یہ واضح رہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے نمائندوں کے لیے 'نبی' اور 'رسول' کے دو الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق بھی قرآن مجید سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ نبی تو قتل بھی ہو جاتے تھے (قتل انبیاء کا ذکر قرآن میں ہے۔ آیات کا حوالہ 61:02، 87:02، 21:03، 112:03، 181:03، 155:04، 70:05) جبکہ رسول کا قتل ہونا تو کجا، وہ کبھی دشمن کے ہاتھ بھی نہیں آئے (المجادلہ: 21:58)۔

اس عمل کے تکرار اور لمبے عرصے تک اس پر عمل درآمد کی وجہ سے نسلوں کے تعامل کے بعد ان کے دل مردہ ہو گئے اور ہدایت سے خالی ہو گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت سے مستقل محروم کر کے 'دلوں کے SEAL' کرنے کا ذکر فرمایا ہے (155:02)۔

قتلِ انبیاء اور فلسفیوں کا عروج

ان بارہ صدیوں سے تاریخ انسانی کے EROTIC فلسفہ ہائے زندگی پھیلے اور ان کا دورِ عروج آ گیا۔ ہر انسان کے اندر بھی شر کا پہلو ہے اور ہر انسان ذرا فارغ ہو یا آسودہ حال ہو تو وہ انسان اکثر برائی کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ عام انسان میں برائی کا جذبہ اور اس پر عمل درآمد کے لیے وسائل محدود ہی ہوتے ہیں جبکہ آسودہ حال لوگوں میں یہ مواقع کئی گنا زیادہ ہو جاتے ہیں ملک کا ELITE طبقہ قیادت کے منصب پر فائز ہونے کی بنا پر ملک کے ایک بڑے حصے اور اگلی نسل کے نوجوانوں کو متاثر کرتا ہے۔ بادشاہوں میں فرصت اور آسودہ حالی کی وجہ سے برائی اختیار کرنے اور اپنے دائرہ کار میں توسیع و اشاعت کے مواقع بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بادشاہوں کو بالعموم بے وقوف بنانے اور اپنا مطلب نکالنے

والا ایک خاص طبقہ ہوتا ہے جو خوشامدی شاعر، لطیفہ گو، فن کار، ناچ گانے کا کام کرنے والی عورتوں اور مردوں وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے، جو برائی کی طرف مائل بادشاہوں، مطلق العنان حکمرانوں اور عیاش اعیانِ حکومت کو یہی چیزیں بطور فلسفہ حیات اور نظامِ زندگی کے سکھاتے ہیں اور اسے اپنے ہی مفاد میں ملکی نظام اور نظامِ حیات بنا دیتے ہیں۔ صدیوں حکومت کرنے والے شاہی خاندان نسل در نسل ایسی خرابیوں کے ذریعے ان فلسفوں کو اٹل اور دائمی بنا دیتے ہیں۔

دوسری طرف مذہب اور اس کا راستہ، نفسانی خواہشات کے خلاف، عیاشی، بدمعاشی، بے حیائی، کرپشن کا ANTI ہوتا ہے بلکہ ایسی چیزوں کو ختم کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس پر تنقید کرتے رہتے ہیں۔ نتیجتاً قتل انبیاء کے اس بارہ صدیوں پر طویل بدنصیبی کے دور میں راجوں، مہاراجوں، بادشاہوں، حکمرانوں نے خوب عیاشی کی راہیں نکالی ہیں جنہیں خوشامدی لوگوں نے حکومتی موقف بنا دیا۔ مزید برآں آدمی کو اس کا ضمیر کبھی برا بھی کہے، GUILTY CONSCIOUS محسوس کرے تو فلسفی حضرات نے آسمانی ہدایت اور دین کے مقابلے میں آگے بڑھ کر عقل انسانی کے تحت ان EROTIC کاموں کو RATIONALIZE کر کے پیش کیا ہے بلکہ ان کو فلسفہ بنا کر غلط کار لوگوں کے لیے 'سہولت کار' کا کردار ادا کیا ہے۔

ان عوامل کی وجہ سے ان بارہ صدیوں میں سینکڑوں ہزاروں فلسفی پیدا ہوئے جنہوں نے مشرق و مغرب میں مذہب کی آواز کو دبایا اور شیطانی و ابلیسی طرز ہائے زندگی اور نظام ہائے حیات کو رائج کروا دیا۔ بادشاہوں اور حکمرانوں نے بھی اپنے غلط روی کو جواز دینے والوں کو خوب نوازا اور انہیں اعلیٰ خطابات اور عہدے دیے ان کو حکومتی خرچوں پر تعلیمی مراکز تعمیر کر کے دیے۔ اس طرح یہ شیطانی گٹھ جوڑ پروان چڑھا اور بارہ صدیوں کے تعامل کے دوران اور بعد میں EROTIC فلسفہ ہائے حیات اور نظام حیات بن کر آج تک ہمارے سامنے ہیں۔

اس ساری بحث میں ایک اہم بات قتل انبیاء کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کے شیطانی ایجنٹ ہونے کا دوہرا کردار بھی شامل ہے۔ ایک طرف انہوں نے نبیوں کو قتل کر کے آسمانی ہدایت کا راستہ روکا اور انسانیت دشمنی کی، اور دوسری طرف یونان، روم، ایران اور بھارت وغیرہ کے ہاں فلسفی پالے، ان کو اُبھارا، مذہب کے خلاف باتیں لکھنے پر انعامات اور AWARDS دیے اور ان

کے شیطانی خیالات کو عین انسانی ضرورت بنا کر پیش کروایا اور ان کی اشاعت کی، ان EROTIC
کو اپنے تجارتی روابط کے ذریعے PHILOSOPHICAL SYSTEMS OF LIFE دنیا
میں عام کرنے کا ذریعہ بھی بنے اور اس کارِ خیر کو ثواب سمجھ کر انبیاء دشمنی کی وجہ سے انجام دیا۔

حضرات قارئین کرام! اب آیئے اس تمام گفتگو کے ایک منطقی اور حتمی نتیجے کی طرف کہ
آپ ہماری گفتگو سے اطمینانِ قلب محسوس کریں گے۔

600 ق م سے 610ء تک دنیا کے اس وقت کے تمام علمی مراکز میں بڑے بڑے
فلاسفہ کے نام اسی دور میں لیے جاتے ہیں اور وہ بقراط، سقراط، افلاطون، ارسطو وغیرہ اسی منحوس
دور میں آئے تھے۔ یہ ایک انگریزی محاورہ اسی دور پر صادق آتا:

"WHEN THE CAT IS AWAY, THE MICE PLAY"

گویا آسمانی ہدایت کے اس مصنوعی اور MAN-MADE خلا میں یہ فلسفے خوب بڑھے اور تمام
روئے ارضی کے بادشاہ اور حکمران بارہ صدیوں میں اسی کے علمبردار رہے۔

مدیر محترم انجینئر مختار فاروقی صاحب مرحوم و مغفور نے یہ مضمون یہاں تک ہی لکھا تھا
کہ حیاتِ مستعار کے لمحات تمام ہو گئے اور انھوں نے جان جان آفریں کے سپرد
کردی۔ انھیں اس پر نظر ثانی کی مہلت نہ ملی۔ اسی وجہ سے اس میں ربط وغیرہ کی کچھ
کمی رہ گئی ہے۔ اس مضمون میں صفحہ 12 پر منتخب کردہ پانچ باتوں میں سے صرف تین
باتوں پر کچھ تفصیلی گفتگو ہوئی ہے باقی دو باتوں پر ہی شاید فاروقی صاحب تفصیلی
اظہارِ خیال کرنا چاہتے تھے، جو کہ اب ممکن نہیں ہے، البتہ فاروقی صاحب نے اپنی
تالیف ''صہیونیت، قرآن مجید کے آئینے میں'' کے اندر اس پر کچھ گفتگو کی ہے۔
وہاں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

عصرِ حاضر کا مجاہدِ اعظم

مُلّا محمد عمرؒ جس نے ۱۳ سال تک تن تنہا جہاد کی قیادت کر کے وقت کے فرعون (امریکہ و نیٹو) کو شکست دی
ملا عمر کی فراست، للّٰہیت، کثرت ذکر و عبادت، مراقبہ اور توکّل علیَ اللہ کے آنکھوں دیکھے حالات

(بشکریہ، ماہنامہ البرہان، لاہور اگست 2021ء)

شجاعت

انس حقانی کہتے ہیں کہ میرے والد (معروف مجاہد رہنما) مولوی جلال الدین حقانی نے ایک دفعہ ایک یادگار واقعہ ہمیں سنایا کہ: ''امیر المومنینؒ کے بہت سارے کردار میرے پسندیدہ تھے، ان میں سے ایک دلیری اور شجاعت تھی، جو مجھے سب سے زیادہ پسند تھی۔ وہ بہت دلیر انسان تھے، میں نے ان سے جو بیعت کی تھی اس کی وجہ بھی ان کی شجاعت اور دلیری تھی۔ امریکی جارحیت کے ابتدائی دنوں میں جب کابل شہر پر امریکہ کے بی 52 طیارے فضائی حملے کر رہے تھے، ہر طرف خوف و ہراس پھیل گیا تھا اور کابل سے مجاہدین پسپائی اختیار کر رہے تھے۔ کابینہ کے ارکان نے پہلے لوگر اور پھر گردیز میں اجلاس کیا کہ اب آئندہ کا لائحہ عمل کیا ہوگا۔ میں نے اصرار کیا کہ ہم کابل سے پسپائی اختیار نہیں کریں گے بلکہ مرتے دم تک مقابلہ کریں گے۔ اگر ہم کابل سے حکمت عملی کے تحت چلے بھی جائیں تو چاراسیاب میں مجاہدین کی فرنٹ لائن برقرار رکھیں گے تاکہ ہم دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ لیکن کچھ دوستوں کی رائے تھی کہ مزاحمت نہیں ہو سکتی، بہتر یہ ہے کہ پہاڑوں کا رخ اختیار کریں۔ کافی بحث کے بعد بھی میں نے ان کی بات نہیں مانی اور ان سے پوچھا کہ یہ آپ لوگوں کی رائے ہے یا امیر المومنین کا فرمان ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہماری رائے ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اس وقت تک میں آپ کی بات کو قبول نہیں کروں گا جب تک کہ امیر المومنین کا حکم

نہ آجائے۔ معاملہ امیر المومنین کے حوالے کر دیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ امیر المومنین سہ پہر کے وقت مرکزی وائرلیس میں آ کر سب کو حتمی حکم دیں گے، تمام عہدیداروں کو تیار رہنا چاہیے۔

اس وقت میں نے سوچا کہ میں نے امیر المومنین کے ساتھ ان کی شجاعت کی وجہ سے بیعت کی ہے، لہٰذا آج ان کا امتحان ہے کہ وہ غیرت کا مظاہرہ کریں گے یا پسپائی اختیار کریں گے۔

سب ہی انتظار کر رہے تھے کہ امیر المومنین بڑے وائرلیس میں حتمی حکم دیں گے۔ جب امیر المومنین مرکزی وائرلیس پر آئے تو حمد و ثنا کے بعد انھوں نے سب کو آخری دم تک لڑنے کا حکم دیا اور کہا کہ کوئی بھی ہتھیار نہ پھینکے، سب جہاد کا فریضہ انجام دیں، یہ سب سے اہم فریضہ ہے''۔

والد صاحب اس پر مسکرائے اور پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ پھر میں نے اپنے ساتھ تجدیدِ عہد کیا کہ امیر المومنین میرے قائد تھے، قائد ہیں اور قائد رہیں گے۔ مجھے آپ کی شجاعت پر ہمیشہ فخر رہے گا۔

عظمت واستقامت کا کوہِ گراں

گزشتہ دورِ امارت کے ابتدائی دنوں میں خوست کے گورنر رہنے والے عبدالباقی حقانی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر دور کے متکبر اور جابر کا غرور اور جبر جب انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو اس تکبر اور ظلم کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اس وقت کے کسی پاک اور ایماندار مسلمان کا انتخاب کرتا ہے اور جو بظاہر مدمقابل کی نسبت بہت کمزور ہوتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہوتی ہے کہ دنیا پر واضح ہو جائے کہ کامیابی کا دارومدار ظاہری وسائل پر نہیں بلکہ روحانی طاقت پر ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ سب سے زیادہ روحانی طاقت ہوتی ہے وہ اپنے وقت کے ظالم اور جابر کا تکبر خاک میں ملا سکتا ہے اور اس کا ظلم ختم کر سکتا ہے۔

آج دنیا میں امریکہ کا ناجائز تسلط اور تکبر عروج پر پہنچ گیا ہے۔ اسلامی اور غیر اسلامی دنیا اس کی سازشوں سے بری طرح متاثر ہے۔ دنیا کی سطح پر اس کا کوئی مدمقابل نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق اپنے وقت کے عزم، ہمت، اخلاص، اللہ پر بھروسہ رکھنے والا طالب علم امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نوراللہ مرقدہ کو اس کام کے لیے چنا۔ اگر ان کے درمیان موازنہ کریں تو ظاہری وسائل کے لحاظ سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے پاس ساز و سامان کی کوئی کمی نہیں تھی اور مدمقابل فریق کے پاس اطمینان بخش رات گزارنے کے لیے بھی جگہ نہیں تھی۔ تاہم وہ عظیم

روحانی ہتھیار سے لیس تھے۔ اگر چہ بظاہر اس درویش رہنما کا لشکر دنیا کے وسائل کے لحاظ سے کمزور تھا لیکن ایمان اور اخلاص کی دولت سے مالا مال تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا﴾ (فاطر۳۵:۴۳) ''اللہ تعالیٰ کے طریقہ کار میں کبھی کوئی تغیر نہیں آئے گا''۔ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کو اس طرح بیان کرتا ہے: كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ (البقرہ۲:۲۴۹) ''کئی بار بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے غالب ہوئی ہے''۔ اور یہی بات دنیا نے دیکھی ہے کہ امریکی اور اس کے اتحادیوں کے پاس کتنے وسائل تھے اور اس کے مقابلے میں امیر المومنینؒ کی قیادت میں مجاہدین کے پاس کتنے وسائل تھے؟ نتیجہ بھی سب نے دیکھا کہ امریکہ اور اس کے اتحادی افغانستان میں ناکام ہو گئے جب کہ وہ درویش صفت رہنما ملا محمد عمر اور اس کے مجاہدین کامیاب ہو گئے۔

جب میں خوست کا گورنر تھا۔ خوست کے اندر اور باہر مخالفین پروگرام کر رہے تھے جس سے ہمارے لیے مسائل پیدا ہو گئے، میں مشورہ کے لیے مرحوم امیر المومنین کے پاس گیا اور خوست میں بڑھتی ہوئی مشکلات سے انہیں آگاہ کیا۔ انہوں نے نہایت مختصر مگر پر مغز جملہ کہا ''اپنی پوری کوشش کرو۔ ہم اپنی سی کوشش کرنے کے مکلّف ہیں۔ نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔ دین بھی اللہ کا ہے اور مخلوق بھی اللہ کی ہے''۔

ان کی مختصر گفتگو سے مجھے بہت حوصلہ ملا کیونکہ ان مختصر الفاظ میں انہوں نے شریعت کے دو بنیادی اصولوں کی طرف مجھے متوجہ کیا۔ ایک یہ کہ انسان اپنی ساری طاقت کو باطل کے خلاف استعمال کرے تاکہ اس کی شرعی ذمہ داری پوری ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ۲:۲۸۶)۔ دوسرا یہ کہ انسان اپنے تمام معاملات اپنے حقیقی مالک کے سپرد کر دے۔ اس پر توکل کرے اور اس کی مدد کے وعدے پر بھروسہ کرے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَأُفَوِّضُ أَمْرِيْ إِلَى اللّٰهِ (غافر۴۰:۴۴)، وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطّلاق۶۵:۳)

ملا محمد عمر نے روپوش رہ کر جہاد کو کیسے منظّم کیا؟

امریکی جارحیت کا پہلا سال جارحیت پسندوں کے بے پناہ فوجی دباؤ اور ہمہ پہلو گھیرے کا دور تھا۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے اگرچہ اس سال تورابورا، شاہی کوٹ، بولدک

کے ہوڈی پہاڑ اور زابل کی منتشر عسکری کارروائیوں کی صورت میں اپنی مزاحمت کے مظاہرے کیے تھے مگر یہ کارروائیاں امارت اسلامیہ کی پرانی تشکیلات کے تحت ہو رہی تھیں۔ نئے حالات کے مطابق نئی تشکیلات نہیں ہوئی تھیں۔

اس تاخیر کی ایک وجہ تو پہلے برس کی سختیاں، تکالیف اور اضطراری حالات تھے۔ دوسری بات یہ تھی کہ ملا عبدالجبار عمری کے بقول امیر المومنین افغانستان پر امریکا اور ناٹو کی جارحیت کو اسلام اور کفر کی جنگ قرار دیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ عام مسلمان اور اسلامی دنیا ایک شدید آزمائش کا شکار ہیں۔ انہیں توقع تھی کہ مسلم دنیا امریکی جارحیت کے خلاف غیر جانبدار نہیں رہ سکے گی، افغانستان کے مجاہد عوام کی حمایت ضرور کرے گی اور اسلامی سرزمین سے صلیبی تسلط کے خاتمے کے لیے اپنی کوششیں کرے گی۔

امریکی جارحیت کا ایک سال مکمل ہونے کے بعد ملک کے مختلف حصوں میں جہادی مزاحمت بھی نئی سانسیں لے رہی تھی۔ امارت اسلامیہ کے کچھ اعلیٰ سطحی قائدین اور عوامی رہنماؤں کی جانب سے امیر المومنین کو مختلف ذرائع سے بار بار پیغام مل رہا تھا کہ موجودہ حالات کے مطابق جہاد کی قیادت کے لیے نئی تشکیلات کی جائیں۔ انہوں نے جہاد کی براہِ راست قیادت کے لیے ملا عبید اللہ اخند اور ملا عبدالغنی برادر کو اپنا نائب مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک صوتی پیغام ریکارڈ کر کے اس میں نئی شوریٰ کی تشکیل کی جو گیارہ اراکین پر مشتمل تھی۔

اسی سال کے اواخر میں ۱۸ر افراد کا اضافہ کر کے مرکزی رہبری شوریٰ میں مزید توسیع کر دی۔ بعد میں امیر المومنین نے وقتاً فوقتاً نئے اراکین کا اضافہ کیا۔ ان کی حیات کے آخری ایام تک رہبری شوریٰ کے اراکین کی تعداد ۲۵ ہو گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس وقت سیاسی دفتر کے سربراہ طیب آغا کی درخواست اور امیر المومنین کی منظوری سے سیاسی دفتر کے تین اراکین مولوی شیر عباس ستانکزئی، ملا عبدالسلام حنفی اور مولوی نیک محمد بھی رہبری شوریٰ میں شامل ہو گئے۔

رہبری شوریٰ کی تشکیل کے فوراً بعد امیر المومنین نے ایک اور پیغام بھیج کر جہادی امور کی بہتر تنظیم سازی اور براہِ راست قیادت کے لیے عسکری کمیشن تشکیل دیا۔ عسکری کمیشن کے دو ونگ تھے جو افغانستان کے مشرقی اور مغربی صوبوں کے زون میں تقسیم تھے۔

عسکری کمیشن کی تشکیل کے ساتھ سول امور کی انجام دہی کے لیے پہلے اقتصادی، میڈیا اور سیاسی کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جو اپنے اپنے متعلقہ شعبوں میں کام کرنے لگے۔ اس کے بعد قضا اور عدالتوں کا ادارہ، صحت کمیشن، شہدا، تعلیم و تربیت کمیشن، اقتصادی کمیشن، قیدیوں کے امور کا کمیشن، معذوروں اور یتیموں کا سرپرست کمیشن، دعوت وارشاد کمیشن، رفاہی امور اور اداروں کا کمیشن، عوامی نقصانات کی روک تھام کا ادارہ، اس کے علاوہ بھی کئی ادارے قائم کیے گئے۔ اس طرح امارت اسلامیہ ایک بار پھر ایک مکمل نظام کے طور پر سامنے آئی۔

چونکہ امیر المومنین ایک خفیہ مقام پر رہائش پذیر تھے اور مجاہدین سے ان کا رابطہ صرف دو قاصدوں کے ذریعے ہوتا تھا اس لیے انہوں نے امور کی تیزی سے ادائیگی کے لیے رہبری شوریٰ کو وسیع اختیارات دے دیئے تھے۔

جائے رہائش کی تبدیلی

پہلے یہ بتایا جاچکا ہے کہ امیر المومنین نے خفیہ زندگی کے دور میں دو جگہ قیام فرمایا۔ پہلے گھر میں پانچ سال قیام کیا اور دوسرے گھر میں تقریباً سات سال گزارے۔ جس طرح افغانستان کے اندر رہنا ان کا اپنا فیصلہ اور بقول ان کے اپنی فہم اور تدبیر کے تقاضے پر عمل تھا، اپنے ٹھکانے کی تبدیلی بھی ان کا اپنا اور اچانک فیصلہ تھا۔

ان کے قاصد ملا عزیز اللہ اخند کا کہنا ہے کہ ایک دن اچانک جس گھر میں آپ کی رہائش تھی اس کے اہل خانہ نے مجھ سے رابطہ کیا اور کہا امیر المومنین کہتے ہیں کہ آج ہی نکل کر فوراً میرے پاس پہنچو۔ اس بات سے میں بہت حیران ہوا، سوچ رہا تھا کہ کوئی ایمرجنسی پیش آگئی ہوگی۔ سفر کا آغاز کیا اور رات دیر سے ان کے پاس پہنچا۔

پہلے گھر کے سربراہ سے ملاقات اور گفتگو کی۔ ان سے پوچھا کہ کیا بات پیش آئی ہے کہ اتنا فوری بلالیا ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں بھی کچھ پتہ نہیں۔ ہمیں امیر المومنین نے بس اتنا ہی کہا ہے کہ ملا عزیز اللہ اخند کو بلاؤ۔ میں امیر المومنین سے ملنے گیا تو وہ بالکل ٹھیک تھے۔ اپنا دستی بیگ اور کلاشنکوف سامنے رکھ کر تیار بیٹھے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ میرا انتظار کر رہے تھے اور نکلنے کی تیاری میں تھے۔ میں نے مصافحہ کیا، مصافحہ کے بعد فوراً کہا چلو چلتے ہیں خیر سے۔ میں نے کہا کہ

اللہ خیر کرے گا، ہم کہاں جا رہے ہیں؟ یہاں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟ کہا نہیں مسئلہ کوئی نہیں، یہیں ضلع سیوری میں عمرزو کے گاؤں جائیں گے۔ میں نے کہا اب بہت رات ہو چکی ہے۔ جن کے پاس ہم جا رہے ہیں ان کو بھی کوئی اطلاع نہیں دی گئی ہے۔ مجھے راستے کا بھی صحیح علم نہیں۔ تاریکی بھی ہے اور راستہ بھی بہت طویل ہے۔

پھر میں نے کہا میں جا کر اہل خانہ کو یہ اطلاع دیتا ہوں۔ وہ دوسرے کمرے میں بیٹھے تھے۔ میں نے جا کر جب انہیں بتایا کہ امیر المومنین آپ کے گھر سے جانا چاہتے ہیں تو وہ بہت رنجیدہ ہوگئے۔ پوچھنے لگے کہ کیا ہمارے کسی فعل سے ناراض ہوگئے ہیں یا کوئی مسئلہ پیش آ گیا ہے؟ میں نے کہا نہیں، ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ ناراض نہیں ہیں بس وہ رہائش کا مقام بدلنا چاہتے ہیں۔ میزبانوں نے کہا کہ چلو پھر ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں اور آپ کو چھوڑ آتے ہیں۔ امیر المومنین نے کہا: نہیں آپ لوگ تکلیف نہ کریں، ہم راستہ ڈھونڈ لیں گے، ان شا اللہ۔

پھر ہم نے اپنا بیگ (جس میں ان کی ضرورت کا سامان تھا) اور اسلحہ اٹھایا اور چل پڑے۔ یہ ۲۰۰۵ء کا سال تھا۔ ایک طرف اندھیرا تھا اور دوسری طرف میں راستے سے واقف نہیں تھا، راستہ بھی بہت طویل تھا۔ راستے میں ایک امریکی اڈہ بھی پڑتا تھا۔ حکومتی صوبائی سیکریٹریٹ اور حفاظتی چوکیاں بھی تھیں۔ ہماری کوشش تھی کہ راستے سے ہٹ کر اندھیرے میں چلیں مگر امریکی کیمپ کی لائٹیں اتنی تیز تھیں کہ ہم جتنی بھی کوشش کرتے اس کی زد میں آنے سے بچ نہیں سکتے تھے۔ راستے سے زیادہ دور ہٹ بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ راستے سے ناواقفیت کے باعث کہیں بھٹک جانے کا خدشہ بھی تھا اور آس پاس کھائیاں اور جھاڑیاں بھی زیادہ تھیں۔ امیر المومنین کو چلتے ہوئے بہت تکلیف ہو رہی تھی کیونکہ وہ پانچ سال مسلسل ایک جگہ رہے تھے، پیدل نہیں چلے تھے۔ اس رات ہم کل ملا کر پانچ گھنٹے چلے ہوں گے۔ پیدل سفر کے دوران ایک مرتبہ وہ اتنے تھک گئے کہ چلنا ناممکن ہو گیا مگر اس کے باوجود وہ چلتے رہے۔ میں نے کہا میں آپ کو کندھوں پر اٹھا کر چلتا ہوں۔ مگر ان کا دل نہیں چاہا، وہ بہر حال چلتے رہے۔ آخر جب بالکل ہی تھک گئے تو میں نے انہیں کندھوں پر اٹھایا۔ پھر ایسا ہوا کہ میں پہلے ان کا بیگ اور اسلحہ ساتھ لے کر کچھ آگے تک لے جاتا، پھر آ کر ان کے ساتھ چلنے میں مدد کرتا۔ کچھ دیر ہم اسی طرح چلتے رہے، پھر ان کی طبیعت جب کچھ

ٹھیک ہوگئی تو وہ خود چلنے لگے۔

گاؤں پہنچ کر اس گھر کے پاس پہنچے جہاں امیر المومنین کو قیام کرنا تھا۔ وہیں ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر وہ بیٹھ گئے۔ یہ مرحوم شیر علی اکا کا گھر تھا۔ یہ وہی گھر تھا جہاں قندہار سے آنے کے بعد امیر المومنین نے پہلی بار زابل کے مقامی مجاہدین سے ملاقات اور اجلاس کیا تھا اور پہلی راتیں بھی یہیں گزاری تھیں۔ میں نے ان سے کہا میں پہلے جا کر معلوم کرتا ہوں کہ گھر میں کوئی مہمان تو نہیں اور مہمان خانے کا دروازہ کھولتا ہوں کیونکہ دروازے پر دستک دینے سے آس پاس کے گھروں کے لوگ جاگ جاتے۔ شیر علی اکا کے مہمان خانے کا دروازہ گھر کی چار دیواری کے دروازے سے الگ تھا۔ مہمان خانے کی چار دیواری سے پھر ان کے گھر کی جانب راستہ کھلتا تھا۔ میں دروازے کے پاس گیا تو اللہ کے فضل سے یہ دروازہ آسانی سے کھل گیا۔ مہمان خانہ بھی خالی تھا وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے آ کر انہیں بتایا۔ وہ بھی بہت خوش ہوئے۔ میں نے امیر المومنین کو مہمان خانے کے اندر بٹھایا اور خود جا کر اہل خانہ کو اطلاع دے دی۔ گھر والے گھبرا گئے کہ ایسی تاریکی میں اتنی دیر اور ایسے اچانک کیسے آنا ہوا؟ کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟ امیر المومنین نے کہا: نہیں کوئی مسئلہ نہیں بے فکر رہو۔ پھر انہوں نے مرحوم شیر علی اکا سے کہا کہ مولوی عبدالجبار عمری کو اطلاع کر دو۔ عبدالجبار عمری آ گئے تو امیر المومنین نے ان سے مشاورت کے بعد فیصلہ کیا کہ اب یہیں قیام کریں گے۔ اس طرح بقیہ تمام زندگی انہوں نے اسی گھر میں بسر کی۔

دوسری جائے قیام

امیر المومنین کی یہ دوسری جائے قیام بھی اسی زابل ضلع سیوری کے گاؤں عمرزو میں ہے۔ اسی گھر میں انہوں نے اپنی زندگی کے آخری سات سال پانچ ماہ گزارے۔ ان کی وفات کے کئی سال بعد زیر نظر کتاب کے لیے معلومات جمع کرنے کے لیے راقم خود اس گھر گیا۔ اہل خانہ نے امیر المومنین کی طرز زندگی اور حیات کے متعلق معلومات فراہم کیں۔

یہ مٹی اور گارے کا بنا ہوا ایک پرانا کچا مکان ہے۔ علاقے کے دیگر غریبانہ گھروں کی طرح اس کی دیواریں بہت چھوٹی اور قدیم طرز پر بنے کمرے تھے۔ مہمان خانے کی چار دیواری کا دروازہ بہت پرانا تھا۔ یہاں جب امیر المومنین کے قاصد آتے تو یہیں کھانا کھاتے، آرام کرتے

اور گفتگو ہوتی۔ اس چار دیواری کے مغربی جانب ایک دروازہ کھلتا ہے، اندر ایک کمرہ ہے، جہاں احتیاط کے موقع پر چھپنے کی جگہ بھی بنائی گئی تھی۔ امیر المومنین نے پہلے اسی کمرے میں قیام کیا اور دو سال یہاں رہے۔ بعد میں میز بانوں نے اسی چھوٹے سے صحن کے عقب میں ایک اور مکان بنایا جس کے شمالی جانب دو کمرے اور ان کے سامنے پا غیچے کے لیے جگہ بنائی۔ ان دونوں کمروں میں سے ایک مشرقی جانب والا کمرہ امیر المومنین کے لیے ہی بنایا گیا تھا جس کے آگے ایک برآمدہ اور سردیوں میں دھوپ سینکنے کی جگہ تھی۔ ایک چھوٹا سا باغیچہ بھی تھا۔ اس کمرے میں اٹیچ باتھ روم اور احتیاطی طور پر چھپنے کے لیے الگ جگہ بھی بنی تھی۔ ممکنہ خطرے کے موقع پر وہ وہیں چلے جاتے۔

میں اس گھر میں پہنچا تو دیکھا کہ ان کمروں کے آگے باغیچے میں درختوں کے چھوٹے نہال کھڑے تھے۔ انگور کی چھوٹی بیلیں، بادام کے نارسیدہ درخت اور گلاب کے پودے بھی تھے۔ سامنے امیر المومنین کے رہنے کی جگہ، ایک چھوٹا سا برآمدہ، اس برآمدے کے آگے ڈیڑھ میٹر طویل وعریض چھوٹا سا چمن تھا۔ برآمدے سے اندر کی جگہ دروازہ کھلا ہے۔ یہ امیر المومنین کا رہائشی کمرہ ہے۔ تین بائی تین میٹر کا کچا کمرہ جسے سفید کلر کر دیا گیا تھا۔ کمرے میں قبلے کی جانب ایک لکڑی کی چارپائی ہے۔ یہ امیر المومنین کے بیٹھنے کی خاص جگہ تھی۔ یہاں بیٹھ کر دیوار سے تکیہ لگانے کی وجہ سے دیوار پر سر اور کندھوں کے نشان اب بھی تھے۔ چارپائی کے پاس بہت سی کتابیں بھی رکھی ہوئی تھیں جن کا وہ مطالعہ کرتے تھے۔ کمرے میں ایک چھوٹا سا اٹیچ واش روم بھی تھا۔ اس کے ساتھ ایک طرف دیوار میں ایک الماری بھی تھی جسے زرد رنگ دیا گیا تھا۔ یہ الماری دراصل امیر المومنین کی دشمنوں سے بچنے کا ظاہری ذریعہ تھی۔ یہ الماری دراصل کھڑکی یا ایک دروازہ ہے، اسے پیچھے دھکیل دیا جائے تو یہ کھل جاتا ہے۔ دیوار کے پہلو میں بنی خفیہ جگہ کی جانب جانے کا راستہ یہی ہے۔ جب تلاشی ہونے لگتی تو وہ اسی الماری کی کھڑکی سے اس خفیہ جگہ میں چلے جاتے اور کسی کو شک بھی نہ ہوتا کہ یہاں کوئی اور جگہ بھی ہو گی۔

مخصوص قاصدوں کے توسط سے امارت اسلامیہ کا نظام سنبھالنا

امیر المومنینؒ نے اسی خفیہ مقام سے امارت اسلامیہ کے انتظامی معاملات اپنے مخصوص قاصدوں کے ذریعے سنبھالے۔ یہ دو قاصد ابتدا میں ملا عزیز اللہ اخند اور ملا عبد الباری اخند تھے۔ مگر بعد میں معاملات ایک ہی چینل سے سنبھالنے اور انہیں مزید منظّم کرنے کے لیے صرف مولوی

عزیز اللہ ہی کو قاصد متعین کیا گیا۔ جہاد کے ابتدائی سالوں میں جب جہادی سرگرمیاں کم تھیں تو قاصد کا آنا جانا بھی کم ہوتا تھا۔ کئی مہینوں میں ایک بار اس کی آمد ہوتی تھی۔ بعد میں جب امارت اسلامیہ کی تشکیلات وسیع اور سرگرمیوں میں تیزی آئی تو نمائندے کی آمد ورفت بھی بڑھ گئی۔ مگر پھر بھی قاصد کی آمد ورفت کا کوئی مخصوص دن یا کوئی مخصوص تاریخ متعین نہیں تھی۔ کبھی ایک مہینے میں کئی بار قاصد آتا اور کبھی ایک مہینے سے زیادہ تاخیر بھی ہو جاتی۔

امیر المومنین نے جہادی امور کے اکثر اختیارات رہبری شوریٰ اور اپنے نائبین کے حوالے کر دیے تھے۔ اس لیے بہت سے معاملات میں ان سے براہِ راست مشاورت کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ مگر اس کے باوجود امیر المومنین ؒ جہاد کے تمام عسکری اور سول معاملات سے خود کو آگاہ رکھتے اور ہر شعبہ سے متعلق اپنی رائے متعلقہ اداروں اور ذمہ داران تک پہنچاتے۔ امیر المومنین سے مشاورت اکثر ان امور میں طلب کی جاتی جن پر رہبری شوریٰ میں اتفاق رائے مشکل ہو جاتا یا کوئی اختلافی موضوع اور بڑی سطح پر کوئی شکایت ہوتی یا داخلہ وخارجہ پالیسی کے متعلق کوئی اہم اقدام ہوتا۔

امیر المومنین کے قاصد کا کہنا ہے کہ وہ فدائی حملوں کے متعلق بہت احتیاط اور تحقیق کی تاکید کرتے کہ یہ حملے دشمن کے انتہائی اہم ترین مراکز پر ہونے چاہئیں اور پوری طرح تحقیق اور معلومات کے بعد ہونے چاہئیں۔ امریکا کے متعلق ان کا کہنا تھا کہ یہ زیادہ طویل عرصہ جنگ نہیں لڑ سکتے۔ یہ بہت جلد جنگی علاقے چھوڑ کر پیچھے ہٹ جائیں گے اور اختیارات مقامی فوجیوں کے حوالے کریں گے۔ امریکی فوج کی پسپائی اور عقب نشینی کے بعد ان کا کہنا تھا کہ داخلی فورسز پر حملے اس طرح ہونے چاہئیں جس سے ان کے حوصلے پست ہوں اور وہ مرعوب ہو جائیں۔ انہیں منظّم ہونے کا موقع نہ ملے۔ داخلی فوجیوں پر کمزور گوریلا حملے ہوں تو اس سے ان کے حوصلے بلند ہوں گے اور مزاحمت کی ہمت بڑھے گی۔ ان کے یہ پیغامات جب ان کے نمائندوں کی توسط سے امارت اسلامیہ کے نائبین تک پہنچتے تو وہ بہت باریک بینی سے اس کا جائزہ لیتے، انہیں محفوظ کرتے اور عسکری ذمہ داران تک پہنچاتے۔

چونکہ امارت اسلامیہ کے تمام مجاہدین دینی جذبے اور عقیدے کی بنیاد پر جہاد کے لیے نکلے تھے اور اطاعت کا جذبہ ان میں موجود تھا، اس لیے امیر المومنین اگرچہ جسمانی طور پر موجود نہیں

تھے مگر امارت کے نظام پر ان کا پورا کنٹرول تھا۔ اور یہ وسیع جہادی صف ایک چھوٹے سے گروپ کی طرح ان کی گرفت میں تھی۔ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ امارت اسلامیہ کے کسی فرد یا گروپ نے امیر المومنین کے کسی حکم سے سرتابی کی ہو۔ امیر المومنین کا ہر فرمان ان کے لیے حرفِ آخر تھا جسے ہر مجاہد پورے شوق اور اخلاص سے بجالاتا۔

نئے جہادی مرحلے میں امارت اسلامیہ کی انتظامی تشکیل

ملا محمد عمر کے فرامین اور ہدایات کے مطابق جہاد کے آغاز سے امارت اسلامیہ کی نئی تشکیل کا کام شروع ہوگیا اور مسلسل پھیلنے لگا۔ امریکا کے خلاف جہاد کے مرحلے میں امارت اسلامیہ کی انتظامی تشکیل کو دیکھا جائے تو اس کی موجودہ حالت درج ذیل بنتی ہے:

امیر المومنین نائب اول، نائب دوم، نائب سوم۔ مرکزی رہبری شوریٰ۔

۱۔ اعلیٰ عدلیہ کا ادارہ ۲۔ دارالافتاء، فقہی مجالس وتخصصات کمیشن ۳۔ کمیشن برائے عسکری امور ۴۔ سیاسی دفتر ۵۔ انٹیلی جنس کمیشن ۶۔ تعلیم وتربیت وہائی ایجوکیشن کمیشن ۷۔ کمیشن برائے مالی واقتصادی امور ۸۔ دعوت وارشاد، جلب وجذب کمیشن ۹۔ کمیشن برائے امور صحت ۱۰۔ کمیشن برائے میڈیا وثقافتی وطباعتی امور ۱۱۔ زراعت، حیوانات، عشر وزکوٰۃ کمیشن ۱۲۔ قیدیوں کے امور کی تنظیم ورہائی کمیشن ۱۳۔ رفاہی اداروں اور کمپنیوں کا کنٹرولر کمیشن ۱۴۔ کمیشن برائے سرحدی امور ۱۵۔ کمیشن برائے معدنیات وصنائع ۱۶۔ عوامی نقصانات کی روک تھام وسمع شکایات کمیشن ۱۷۔ بے سہارا، یتیموں اور معذوروں کے امور کا کمیشن ۱۸۔ عسکری ٹیکنیکل وانجینئرنگ ادارہ ۱۹۔ مرکزی ادارہ مالیات ۲۰۔ دینی اشاعت کی نگرانی کا ادارہ ۲۱۔ فدائی حملوں اور معسکرات کا ادارہ۔

سیاسی امور کی قیادت اور قطر دفتر

امیر المومنینؒ کے حکم پر سیاسی کمیشن کا آغاز امریکا کے خلاف جہاد کے آغاز کے ساتھ ہی ہوگیا تھا جن کے سربراہان کا تعین اور اس میں تبدیلی ہوتی رہی۔ آخری دنوں میں امیر المومنین نے اپنے دفتر کے سابق کارکن سید طیب آغا کو سیاسی کمیشن کے سربراہ کے طور پر مقرر کیا جو امیر المومنین کی وفات تک اس منصب پر فائز رہے۔

سیاسی کمیشن جو امارت اسلامیہ کی خارجہ پالیسی کی تشکیل کرنے والا اہم ترین ادارہ تھا،

امیر المومنین نے انہیں جو اختیارات سونپے تھے اور مخصوص ذمہ داریاں ان کے حوالہ کی تھیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ امریکا اور دیگر بیرونی ممالک، سیاسی جماعتوں اور شخصیات سے ملاقاتیں اور مثبت روابط کا فروغ۔

۲۔ بیرونی ممالک خصوصاً امریکا کے ہاتھ میں قید افغانوں کی رہائی کے لیے مذاکرات، تبادلے یا کسی اور طریقے سے قیدیوں کی رہائی کی کوششیں۔

۳۔ اقوام متحدہ اور اس کے متعلقہ اداروں سے رابطہ اور افہام و تفہیم۔

۴۔ افغانستان کی غیر سرکاری شخصیات اور سیاسی جماعتوں سے رابطے اور ملاقاتیں۔

۵۔ بیرونی رفاہی اداروں سے ملاقاتیں اور مذاکرات۔

۶۔ افغانستان کے حوالے سے منعقدہ عالمی کانفرنسوں میں شرکت اور امارت اسلامیہ کا موقف عالمی دنیا تک پہنچانا۔

سیاسی کمیشن کو امیر المومنین نے خارجہ پالیسی کی تشکیل اور مثبت تعلقات کے فروغ کے حوالے سے وسیع اختیارات دے رکھے تھے۔ ان کے نمائندے کے مطابق یہ وہ واحد کمیشن تھا جس کے معاملات امیر المومنین خود دیکھتے اور براہ راست ہدایات کے ذریعے رہنمائی کرتے۔ یہاں تک کہ انھوں نے مرکزی رہبری شوریٰ کو بھی ہدایت کی تھی کہ سیاسی کمیشن کو جو بھی ہدایت کی جائے پہلے وہ میرے علم میں لائی جائے اور اس پر میری رائے لی جائے۔ نمائندے کے بقول انہیں طیب آغا پر بہت اعتماد تھا اور ان کے اقدامات پر مطمئن تھے۔ اسی لیے ان سے اپنے نمائندے کے ذریعے براہ راست رابطہ قائم رکھتے اور کام کی توسیع اور تازہ ترین صورتِ حال کے حوالے سے رپورٹ طلب کرتے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ امیر المومنین ہمیشہ سیاسی مسائل میں شوریٰ کے فیصلوں اور رائے پر بھی عمل کرتے اور انہیں اپنی ہدایات میں شامل رکھتے۔

سیاسی کمیشن کے ذریعے امیر المومنین کا ایک اہم اقدام امریکا سے مذاکرات کا آغاز اور بیرون ملک سیاسی دفتر کھولنا تھا۔ دفتر کے آغاز کے متعلق سید طیب آغا کا کہنا ہے کہ ۲۰۰۹ء میں جرمنی سے سیاسی دفتر کے حوالے سے ملاقاتوں کا آغاز ہوا۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ امارت اسلامیہ پہلے کابل انتظامیہ سے مذاکرات کرے۔ اس حوالے سے ہماری ان سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔

بالآخر ہمارا ان سے کابل انتظامیہ کی بجائے امریکا سے مذاکرات پر اتفاق رائے ہوگیا۔ یہ اتفاق رائے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کی منظوری ہی سے ہوا تھا اور اس کے لیے قطر کا انتخاب ہوا۔ بالآخر امریکا سے ہماری پہلی ملاقات ۲۰۱۰ء میں ہوئی۔ اس وقت ہم نے مذاکرات کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا تھا: پہلا مرحلہ اعتماد سازی کا تھا کیوں کہ اعتماد نہ ہونا بہت دوریوں کا باعث تھا۔ اعتماد سازی کے مرحلے میں تین چیزیں شامل تھیں:

۱۔ گوانتانامو کے قیدیوں کا تبادلہ، جو بعد میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ۲۔ بلیک لسٹ: ہمارا مطالبہ تھا کہ بلیک لسٹ کا مکمل خاتمہ کیا جائے جبکہ مقابل فریق کا کہنا تھا کہ یہ تدریجاً کیا جائے گا۔ مذاکرات میں تسلسل آتا تو یہ بھی ہو جاتا۔ ۳۔ سیاسی دفتر کا آغاز۔

مذاکرات کا دوسرا مرحلہ وہ تھا جس میں بیرونی افواج کے انخلا سمیت دیگر اہم موضوعات شامل تھے۔

امیر المومنین کے نمائندہ خاص ملا عزیز اللہ اخند کا کہنا ہے کہ سیاسی دفتر کے آغاز اور اس کے لیے جگہ کے انتخاب کے لیے امیر المومنینؒ نے تین شرائط پیش کی تھیں:

الف: سیاسی دفتر ایسے ملک میں کھولا جائے جو ہمارا پڑوسی نہ ہو۔

ب: ایسا اسلامی ملک ہو جس کی فوج افغان جنگ شامل نہیں۔ (امریکا کے اتحادی افواج میں شامل نہ ہو۔)

ج: ایسا ملک ہو جس نے خود بھی کبھی امارت اسلامیہ سے دشمنی والا رویہ اور سلوک روا نہ رکھا ہو۔

انہی شرائط کے تناظر میں امارت اسلامیہ کا سیاسی دفتر کھولا گیا۔ قطر میں طالبان کا ظہور اس لیے اہمیت کا حامل تھا کہ امریکی جارحیت کے بعد ایک عشرے تک امارت اسلامیہ اپنی سیاسی سرگرمیاں خفیہ طور پر سرانجام دیتی رہی تھی۔ مگر قطر میں دفتر کے افتتاح کے بعد ایک بار پھر انہیں موقع ملا کہ ایک ہم پلہ سیاسی فریق کی حیثیت سے اپنی موجودگی ثابت کرے۔ اس طرح عالمی کانفرنسوں میں سیاسی دفتر کے نمائندوں کی شرکت، وہاں امارت اسلامیہ کے موقف کی وضاحت اور مختلف حکومتوں اور جماعتوں سے مثبت افہام و تفہیم کے لیے ملاقاتیں شروع ہوگئیں۔ قطر دفتر کے فعال کردار نے امارت اسلامیہ کے حوالے سے وہ تصور دنیا کے بہت سے ممالک اور عوام کے

ذہنوں سے صاف کردیا جو امریکی پروپیگنڈے کے باعث بنا تھا۔ وہ یہ کہ امارت اسلامیہ ایک باغی اور بقول ان کے دہشت گرد گروہ ہے۔ طالبان کے سیاسی ظہور نے یہ ثابت کردیا کہ امارت اسلامیہ افغان عوام کی خودمختاری اور استقلال کی حقیقی جنگ لڑ رہی ہے۔ جن کے پاس ایک بجا اور مدلل موقف اور پالیسی ہے۔ سیاسی دفتر کا ایک اور کارنامہ گوانتانامو کی جیل سے امارت اسلامیہ کے پانچ مجاہدین رہنماؤں حاجی ملا محمد فاضل مظلوم، ملا نوراللہ، ملا خیراللہ خیرخواہ، ملا عبدالحق وثیق اور مولوی محمد نبی عمری کی رہائی تھی، جو ایک امریکی فوجی باوبرگیڈال کے بدلے میں ہوئی۔

خاندان کی سرپرستی

پہلے ذکر ہو چکا کہ امریکی جارحیت کی پہلی رات امیرالمومنین اپنے خاندان سے الگ ہوگئے اور پھر وفات تک اپنے اہل وعیال سے نہ مل سکے۔ اس دورانیے میں امیرالمومنین کے خاندان کی کفالت ملا عبدالمنان عمری کرتے رہے۔ ملا عبدالمنان اخند امیرالمومنین کے ماں شریک بھائیوں میں سے زندہ بچ جانے والے ایک بھائی تھے۔ ان کے دو ماں شریک بھائی امارت اسلامیہ کے دورِ حکومت میں شہید ہوگئے۔ ملا عبدالمنان اخند امارت اسلامیہ کی تحریک کے آغاز سے ہی ان کی گھریلو ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ امارت اسلامیہ کے آغاز کے ساتھ امیرالمومنین کی مصروفیات بڑھ گئیں۔ ابتدائی سالوں میں ایک ہفتے بعد ایک دن انہیں گھر جانے کے لیے وقت ملتا۔ ان کا زیادہ وقت امارت کے کاموں میں ہی گزرتا اس لیے گھر کی ذمہ داریاں انہوں نے ملا عبدالمنان کے حوالے کی تھیں۔ امریکی جارحیت کے بعد جب امیرالمومنین اپنے خاندان سے الگ ہوگئے تو ملا عبدالمنان کی ذمہ داریاں اور بڑھ گئیں۔ مگر انہوں نے اس مرحلے پر بھی تمام خطرات اور مشکلات کے باوجود پوری ہمت اور اخلاص سے امیرالمومنین کے خاندان کی کفالت کی۔ امیرالمومنین کے صاحبزادوں نے تعلیم مکمل کی اور اس مشکل مرحلے سے کامیابی سے نکل گئے۔

ملا عبدالمنان اخند کہتے ہیں کہ اس دورانیے میں امیرالمومنین نے صرف ایک مرتبہ وہ بھی ان کے قندھار چھوڑنے کے تقریباً دو ماہ بعد سٹیلائٹ فون پر مجھ سے اور اپنے بڑے بیٹے مولوی یعقوب صاحب سے بات کی تھی، اور اپنے خاندان کا حال احوال پوچھا تھا۔ اس کے بعد پھر کبھی ان کی اپنے خاندان سے ٹیلیفونک گفتگو نہیں ہوئی، نہ کبھی اپنے خاندان سے ملے۔ البتہ قاصدوں کے

واسطے سے ہمیشہ اپنی ہدایت اپنے خاندان تک پہنچاتے اوران کے حالات سے خود کو باخبر رکھتے۔

امیر المومنین کے صاحبزادے مولوی محمد یعقوب صاحب کہتے ہیں کہ امیر المومنین وقتاً فوقتاً ہمارے خاندانی مسائل کے حوالے سے ہمیں ہدایات بھیجتے، ہم خاندان کے بڑے اور اہم معاملات کے ساتھ ساتھ چھوٹے واقعات اور عام سے معاملات میں بھی ان سے مشاورت طلب کرتے اور ان کی ہدایات لیتے۔ زابل میں رہائش کے دوران ان کی دوسری جائے رہائش پہلی جگہوں کی بہ نسبت وسیع اور اس قابل تھی کہ ان کے ساتھ ان کا خاندان اور بچے رہائش پذیر ہوسکیں۔ ملا عبدالجبار عمری کہتے ہیں کہ ہم نے کئی بار امیر المومنین کو پیش کش کی کہ ہم ان کے اہل وعیال اور بچوں کو لے کر یہاں آجائیں گے۔ مگر ان کا جواب یہ تھا کہ پہلے تو سیکورٹی حالات مناسب نہیں ہیں۔ پھر اس وقت اللہ تعالیٰ نے میرے لیے گوشہ نشینی اور تنہائی بہت محبوب کردی ہے۔اس تنہائی میں عبادت کا جو مزہ اور روحانی کیفیات دیکھی ہیں وہ میں ختم نہیں کرنا چاہتا۔

اس دورانیے میں امیر المومنین کی صحت کی حالت

عبدالجبار عمری کہتے ہیں کہ روپوشی کے ایام کے آخر میں امیر المومنین کا جسم تدریجاً کمزور ہونے لگا اور وزن کم ہونے لگا۔ چہرہ زرد اور سینے کی تکلیف کی شکایت بڑھنے لگی۔ یہ سب علامات ٹی بی کی بیماری کی تھیں۔مگر ہم بروقت اس کا ادراک نہیں کرپائے کہ اس کا علاج کراتے۔ اس کے علاوہ عموماً ان کی صحت درست رہتی۔کبھی کبھی موسمی بیماریاں جیسے زکام وغیرہ لاحق ہوجاتیں مگر وہ دوائی کے بغیر ٹھیک ہوجاتیں۔ان کی عادت یہ بن گئی تھی کہ بیماری میں صبر اور مزاحمت سے کام لیتے۔ بیماری کی شکایت بالکل نہ کرتے۔اگر کبھی ساتھی سمجھ جاتے اور دوائی کا کہتے تو بھی ٹال دیتے اور کہتے کہ یہ عام سی بیماری ہے خود بخود ٹھیک ہو جائے گی۔کبھی کبھی دانتوں میں تکلیف ہوجاتی۔اگرچہ جسمانی لحاظ سے کبھی کبھی بیماری اور تکلیف پیش آتی مگر اعصابی اعتبار سے بالکل مضبوط اور صحت مند تھے۔مصائب اور تنہائی کا بلند عزم سے مقابلہ کرتے۔ایسی کوئی علامت دیکھنے میں نہیں آئی جو ان کی اعصابی بیماری پر دلالت کرتی ہو۔

مرضِ وفات

امیر المومنین کے میزبان بتاتے ہیں کہ وفات سے تین دن قبل ایک رات کو میں کھانا

لے کر ان کے کمرے میں گیا۔ کھانا رکھ کر میں واپس آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب دوبارہ گیا تو آپ دیوار سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ میں نے آواز دی مگر انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ بے ہوش ہو گئے ہیں۔ میں نے انہیں پہلو پر لٹا دیا۔ اس مسئلے کے حل اور ان کے علاج کے لیے میں نے اپنے گاؤں کے ایک ہم راز پڑوسی کو صورتِ حال سے آگاہ کیا اور امیر المومنین کی بیماری کی شدت کا بتایا۔ ان کے ساتھ مشورہ کے بعد طے ہوا کہ اس موجودہ گھر سے انہیں قریبی دوسرے گھر منتقل کیا جائے۔ ۲۳/اپریل ۲۰۱۳ء کا دن تھا، موسلا دھار بارش برس رہی تھی، پوری رات افغانستان کے جنوبی صوبوں میں شدید بارش اور ژالہ باری ہوتی رہی۔ اسی رات کو قندھار ائیر پورٹ پر شدید ژالہ باری کے باعث ناٹو اور امریکی فوج کے تقریباً ہیلی کاپٹر بھی وقتی طور پر قابل پرواز نہیں رہے تھے جس کی خبریں میڈیا پر بھی آئی تھیں۔ امیر المومنین اپنے دیگر تین ساتھیوں کے ساتھ اسی رات اپنی جائے رہائش سے ایک اور مکان میں منتقل ہو گئے۔

اگلے دن صبح ثور کی تیسری تاریخ (۲۴ اپریل) تھی۔ امیر المومنین صبح کچھ ٹھیک تھے۔ چائے بھی پی اور کچھ گفتگو بھی کی۔ کچھ دیر بعد پھر ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ میزبان خاندان کے افراد اور جمع ہونے والے دیگر لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ان کی حالت سے امارت اسلامیہ کی قیادت کو آگاہ کیا جانا چاہیے۔ اسی روز قائدین کو آگاہ کرنے کے لیے نمائندے بھیجے گئے۔ امیر المومنین پر اسی روز اور اگلے روز بھی کبھی بے ہوشی طاری ہوجاتی اور کبھی افاقہ ہوجاتا۔ اس کے ساتھ ان کے سینے کی تکلیف بھی بڑھنے لگی۔ اس کے اگلے روز ایک ڈاکٹر ان کے پاس لایا گیا۔ اس نے چیک اپ کر کے بتایا کہ ان کی حالت نازک ہے۔ انہیں ہسپتال منتقل نہیں کیا گیا تو ان کی زندگی خطرے سے دوچار ہو سکتی ہے۔ فیصلہ اس بات پر ہوا کہ عصر کو انہیں ایک عام مریض شہری کی حیثیت سے خفیہ طور پر کلات یا اور کسی ہسپتال منتقل کر کے داخل کر دیا جائے گا۔ مگر سہ پہر کے آخری لمحات میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی اور اس فانی زندگی سے ہمیشہ کے لیے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صلح حدیبیہ: عظیم فتوحات کا نکتہ آغاز

ساجد محمود انصاری

رسول اکرم ﷺ کو مکّہ چھوڑے چھ سال ہو چکے تھے۔ ان چھ سالوں میں کفّار نے تین بار مدینہ پر حملہ کیا تھا مگر تینوں بار انہیں منہ کی کھانا پڑی تھی۔ غزوۂ بدر میں اہل ایمان کو واضح فتح حاصل ہوئی تھی، غزوۂ اُحد میں پلڑہ تقریباً برابر رہا، ابتدا میں اہل ایمان جیت گئے تھے، مگر کفار نے واپس مڑ کر حملہ کیا تو اہل ایمان کو نقصان اُٹھانا پڑا۔ غزوۂ خندق میں باقاعدہ جنگ نہ ہوئی، اہل مدینہ نے خندق کھود کر مدینہ کا دفاع کیا، کفار نے کئی روز تک مدینہ کا محاصرہ کیے رکھا مگر پھر اللہ نے ایک خوفناک آندھی کے ذریعے ان کا شیرازہ بکھیر دیا۔ غرض ہجرت کے بعد پانچ سال کفار مکہ اور رسول اکرم ﷺ کے مابین طویل جنگ رہی۔ اس دوران نبی ﷺ اور اہل ایمان زیارت کی خواہش کے باوجود بیت اللہ کی زیارت سے محروم رہے تھے۔

ہجرت کے چھٹے سال رسول اکرم ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ نبی کا خواب وحی کی ایک قسم ہے، تاہم یہ وحی چونکہ محض اشارہ کی شکل میں تھی اس لیے رسول اکرم ﷺ نے یہ سمجھا کہ انہیں فوری طور پر بیت اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ عمرہ کی تیاری کریں۔ نبی ﷺ کے اہل بیت علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تیاری مکمل کر لی تو نبی ﷺ نے مکہ کے لیے کوچ کرنے کا حکم فرمایا۔ ادھر کفار مکہ کو رسول اکرم ﷺ کے کوچ کی خبر ہوئی تو انہیں لگا کہ

شاید نبی ﷺ عمرہ کے بہانے مکہ پر حملہ کرنے آ رہے ہیں۔ انہوں نے حقیقتِ حال جاننے کے لیے ابوسفیان کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ نبی ﷺ حدیبیہ نامی کنویں کے پاس ایک میدان میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے ابوسفیان کو تسلی دی کہ ہم صرف عمرہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں جنگ کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ ابوسفیان نے قریش کے سرداروں کو جا کر صورتحال سے آگاہ کیا۔ کفار مکہ نے مشاورت سے فیصلہ کیا کہ ابھی ہم مسلمانوں کو مکہ آنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ چنانچہ انہوں نے نبی ﷺ کو ایک معاہدہ کرنے پر آمادہ کرلیا جسے صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ دس سال کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ تھا، جس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ نبی ﷺ اور آپ کے پیروکار اس سال بغیر عمرہ کیے حدیبیہ سے ہی واپس مدینہ چلے جائیں گے اور اگلے سال اسلحے کے بغیر عمرہ کرنے آئیں گے۔ کفار مکہ خالی کر کے پہاڑوں پر چلے جائیں گے تاکہ مسلمان اطمینان سے عمرہ کرسکیں۔ اس معاہدے کی بعض شقیں ایسی بھی تھیں جن میں کفار کو فوقیت حاصل تھی۔ اسی لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس معاہدے پر مطمئن نہیں تھے۔ تاہم نبی ﷺ کو چونکہ غیب سے خبریں ملتی تھیں اس لیے آپ ﷺ پوری طرح مطمئن تھے۔ اہل ایمان کی تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورالفتح نازل فرمائی جس کی پہلی ہی آیت میں اس معاہدے کو اہل ایمان کے لیے واضح فتح قرار دیا گیا۔ صلح حدیبیہ کا معاہدہ درج ذیل وجوہات کی بنا پر واضح فتح قرار دیا گیا تھا:

1۔ کفار مکہ اس معاہدہ سے پہلے رسول اکرم ﷺ اور ریاستِ مدینہ کی سیاسی اہمیت کے انکاری تھے، اس معاہدے سے واضح ہے کہ انہوں نے ریاستِ مدینہ کو پہلی بار ایک سیاسی قوت کے طور پر تسلیم کیا۔

2۔ رسول اکرم ﷺ کا بنیادی مشن دعوت الی اللہ تھا، مگر کفار کے پے در پے حملوں کی وجہ سے آپ کو دعوت کے ساتھ ساتھ جنگی تیاریوں میں بھی مشغول ہونا پڑا۔ اس جنگ بندی کے معاہدے کی وجہ سے آپ یکسو ہو کر دعوت الی اللہ پر اپنی ساری توجہ مرکوز کر سکتے تھے۔

3۔ پیہم جنگ کی وجہ سے مسلمان امن وسلامتی کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت نہیں کر سکتے تھے، صلح کے اس معاہدے کی وجہ سے اب مسلمان اطمینان کے ساتھ عمرہ وحج ادا کر سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح میں نہ صرف صلح حدیبیہ کو واضح فتح قرار دیا بلکہ آئندہ ہونے والی فتوحات کی بشارتیں بھی سنائیں۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا O وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا O وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا O وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًاO (سورۃ الفتح 18 تا 21)

”اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ہے ان مؤمنین سے جنہوں نے درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، اللہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے، سو اس نے ان پر سکینہ (خاص رحمت) نازل کی، اور انہیں (انعام کے طور پر) قریب کی فتح عطا فرمائی جس میں وہ بہت سا مالِ غنیمت پائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ اللہ تم سے مزید اموالِ غنیمت کا وعدہ کرتا ہے جو عنقریب تمہیں ملنے والے ہیں، البتہ یہ فتح (صلح حدیبیہ) تمہیں فوری طور پر عطا فرما دی ہے، جس میں اس نے لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روکے رکھا ہے، تاکہ مؤمنوں کو اپنی نشانی دکھا دے اور اسی نے تمہیں سیدھا راستہ دکھایا، اور وہ تمہیں کچھ اور فتوحات بھی عطا کرنے والا ہے، جن پر تم فی الحال قدرت نہیں رکھتے لیکن وہ ان فتوحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے“۔

مفسرین نے صراحت فرمائی ہے کہ فتح قریب سے مراد فتح خیبر، مزید مال غنیمت سے مراد فتح مکہ سے متصل ہوازن و بنی ثقیف سے حاصل ہونے والے مغانم ہیں۔ جن فتوحات پر اہل ایمان صلح حدیبیہ کے وقت قدرت نہیں رکھتے تھے، ان سے مراد سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول فارس اور روم کی فتوحات ہیں۔ (تفسیر ابن جریر)

تلاوتِ دین یا اقامتِ دین!

عامرہ احسان

(بشکریہ ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور 31 اگست 2021ء)

ہر دور میں قرآن کا عملی زندگی میں نفاذ ہم پر فرض رہا، بحیثیتِ مسلمان اور بحیثیت امت۔ لیکن اس دور میں قرآن سے چمٹنے کی تاکید ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ''تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو''۔ ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ﴾ ''تم سب مل کر اللہ سے وابستہ ہو جاؤ''۔ اللہ کو مضبوط تھام لو، اللہ سے وابستہ ہو جاؤ! کی تاکید اہم تر ہو جاتی ہے۔ ترمذی میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار رہو! عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے''۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس سے بچنے کی کیا صورت ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کتاب اللہ۔ اس میں اس چیز کی بھی خبر ہے کہ تم سے پہلے کی قوموں پر کیا گزری اور اس بات کی بھی خبر ہے کہ تم سے بعد آنے والوں پر کیا گزرے گی اور اس چیز کا ذکر بھی ہے کہ تمہارے معاملات کے درمیان فیصلہ کرنے کی کیا صورت ہے۔ یہ قرآن ایک فیصلہ کن کلام ہے، کوئی مذاق کی چیز نہیں ہے۔ جو کوئی ظالم اور جبار شخص اس قرآن کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو کچل کر رکھ دے گا اور جس نے اسے چھوڑ کر کسی اور جگہ سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی اللہ اسے گمراہ کر دے گا اور یہ قرآن اللہ کی ایک مضبوط رسی ہے اور یہ حکیمانہ نصیحت ہے، اور یہی سیدھا راستہ ہے''۔

آج دنیا میں مسلم اُمہ کی بالعموم اور پاکستان کی بالخصوص خواری و درماندگی اور کچلے

جانے کی وجہ قرآن کی تلاوت پر اکتفا، اسے عملی زندگی سے دور اٹھا کر اوپر رکھ دیے جانے اور زندگی کی راہیں کفر سے پوچھ پوچھ کر طے کرنے کی بنا پر ہے۔ اس حدیث کے مطابق اللہ نے ہمیں گمراہ کر دیا۔ اور ''جسے اللہ گمراہ کر دے تم ہرگز اس کے لیے کوئی راہ نہیں پاؤ گے''۔ (النساء:88)

دین صرف تلاوت کے لیے نہیں آیا۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِص ''خبردار! خالص، بے آمیز اطاعت و بندگی (الدّین) صرف اللہ کا حق ہے''۔ (الزمر:3)

''الدّین'' یعنی غلبہ و اقتدار صرف اللہ کا حق ہے۔ ''الدّین'' یعنی سیاست و فرماں روائی صرف اللہ کا حق ہے۔ ''الدّین'' یعنی دوسروں پر فیصلے نافذ کرنا صرف اللہ کا حق ہے۔ ''الدّین'' یعنی مکمل طریقِ زندگی وضع کرنا (تشریع۔ قانون سازی) صرف اللہ کا حق ہے اور وہی قرآن ہے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَام ''بے شک اللہ کے نزدیک زندگی گزارنے کا طریقہ اسلام ہے''۔ (آلِ عمران:19)

''جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے اس کا دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔'' (آلِ عمران:85)

اس بنا پر تاکیداً یہ حکم سورۃ الشوریٰ آیت 13 میں دیا گیا ہے: ''اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا، اور جسے (اے محمد ﷺ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دے چکے ہیں، اِس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اِس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جا۔ یہی بات اِن مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے جس کی طرف (اے محمد ﷺ) تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے، اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے''۔

اس پوری بات کو سمجھ لیں اور عمل پیرا ہو جائیں تو مقاصدِ نزولِ قرآن پورے ہوں گے اور ان شاء اللہ قرآن اس دن ہمارے حق میں گواہ ہوگا جب ہم سے زیادہ اس گواہی کے لیے مجبور و لاچار کوئی نہ ہوگا۔

سورۃ الشوریٰ کی آیت 13 میں اقامتِ دین کے بارے میں فرمایا: شَرَعَ لَكُمْ :اسی نے مقرر کیا تمہارے لیے۔ مِنَ الدِّيْنِ: دین کا وہ طریقہ، قاعدہ، ضابطہ یعنی نبیؐ کے واسطے سے پوری امت اور پھر پوری دنیا کے انسانوں کے لیے زندگی گزارنے کا ڈھنگ، ضابطہ اللہ نے مقرر کر دیا۔ تشریع یعنی قانون سازی (Legislation) شریعت اللہ کا عطا کردہ قانون (Law) ہے۔ شارع یعنی قانون ساز (Law Giver)۔ یہ تینوں اللہ ہی کا حق ہے۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ ''خبردار مخلوق اللہ کی ہے، اس پر حکم (قانون) اللہ ہی کا چلے گا، نافذ ہوگا۔'' (الاعراف)

حاکمیّتِ الٰہی ہی کلمہ لا اِلٰہ اِلا اللہ میں مضمر ہے۔ اسلام انسانوں سے تمام اختیارات سلب کر کے اللہ کو منتقل کرتا ہے۔ خلافتِ اسلامیہ میں امیر کو نہ قانون سازی کا حق ہے نہ حکم و حکومت کا۔ وہ صرف قانونِ الٰہی کی تنفیذ (نافذ کرنے) کا ذمہ دار ہے۔ خلیفہ کی عظمت کا معیار اس کی خداخوفی اور پابندی قانونِ الٰہی ہے۔ اسلام آسمانی بادشاہت اور زمینی بادشاہت کی یکجائی ہے۔ آیت الکرسی، اللہ کے اختیار و اقتدارِ کلی کو بیان کرتی ہے۔ اس کی بادشاہت، تکوینی اعتبار سے پوری کائنات پر قائم ہے۔ ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اللہ کی بادشاہت و اقتدار کا اظہار ہے۔ لیکن اس زمین پر تشریعی اعتبار سے یہ امتحان ہمارا ہے کہ ہم اللہ کی حاکمیت قائم کریں۔ اسی کا انعام جنت ہے۔ بات صرف نماز، روزہ، ذکر، اذکار، حج وطواف کی نہیں۔ یہ سب کام تو فرشتے بھی کر رہے ہیں۔ رکوع وسجدہ وقیام بھی، ہم تو روزہ افطار کر لیتے ہیں وہ تو دائماً حالتِ صیام میں ہیں۔ بیت معمور کا طواف بھی جاری ہے۔ اللہ کی حمد و تسبیح بھی جاری ہے۔ ہمارا کام اس سے آگے کا ہے۔

مقامِ بندگی دیگر ، مقامِ عاشقی دیگر
ز نوری سجدہ می خواہی، ز خاکی بیش ازاں خواہی
چناں خود را نگہ داری کہ با ایں بے نیازی ہا
شہادت بر وجودِ خود زخونِ دوستاں خواہی!

''مقامِ بندگی اور ہے، مقامِ عاشقی اور۔ اللہ اپنی نوری مخلوق (فرشتوں) سے صرف سجدہ چاہتا

ہے۔لیکن خاکی انسان سے اس سے کہیں بڑھ کر چاہتا ہے! اگر چہ تو خود بے نیاز ہے لیکن چاہتا ہے کہ ترے عاشق اپنے خون سے تری توحید کی گواہی رقم کریں‘‘۔

ہمارا کام اس عالمی گاؤں (Global Village) پر نفاذِ قرآن ہے۔ دین کا جھنڈا گاڑنا ہے: اَنْ اَقِیْمُو الدِّیْنَ۔ ’’یہ کہ قائم کرو اس دین کو‘‘۔

ہمارا اصل مشن ہے:

مری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں ، میں اسی لیے نمازی

لیکن یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ہمارے ہاں قانون، قانون سازی کا ذکر ہو تو فوری تصور موجودہ نظامِ قانون کے تحت اسمبلی، سینیٹ، پارلیمینٹ، وکیل، جج اور عدالت کا آتا ہے۔ جس عمارت کے باہر تو کلمہ لکھا ہوا ہے لیکن اندر حکمرانی رومن لا کی بنیاد پر تعزیراتِ پاکستان کی ہے، قرآن وسنت کی نہیں۔

اس زمین پر اللہ نے انسان کو آزادی واختیار عطا کر دی تو وہ آپے سے باہر ہو گیا اور ہم مسلمان جو حاملِ قرآن اور زمین پر خدا کا آخری پیغام دے کر بھیجے گئے تھے ہم ان جاہلوں کے ساتھ مل کر جاہل ہو گئے۔ آج ہر جگہ مغربی جمہوریت کا غلغلہ ہے۔ اچھے بھلے دیندار مسلمان بھی اس کے اسیر ہیں۔ یہ اپنی جگہ ایک الگ اور مکمل موضوع ہے لیکن مختصراً یہ نظام خلافتِ الٰہیہ کی عین ضد ہے۔ انسان پر انسان کی حکمرانی کا دعویدار ہے۔ ’’انسانوں کی حکومت، انسانوں کے ذریعے، انسانوں کے لیے‘‘۔ "Government of the people, by the people, for the people"۔ اسے اسلامی بنانا یا سوشل ازم، کیپٹل ازم، سیکولرازم کے ساتھ اسلامی کا لاحقہ لگانا یکساں طور پر مہمل، مضحکہ خیز ہے۔ گویا پھر اسلامی عیسائیت اور اسلامی یہودیت بھی ہو سکتی ہے۔ موجودہ نظام میں قرآن، اقامتِ دین کی کس مپرسی ملاحظہ ہو، چور کا ہاتھ کاٹ دینے کی سزا، قرآن کا حکم اور عین اس طرح فرض ہے جیسے اقامتِ صلوٰۃ۔ کسی مقدمے میں عدالت میں چوری کا جرم ثابت ہو جانے پر اس سزا کے نفاذ کا مطالبہ قرآن کی آیتِ مذکورہ پڑھ کر کیا جائے تو جج صاحب فرمائیں گے کہ یہ مسجد میں نماز میں، تراویح میں تو تلاوت ہو سکتی ہے لیکن یہاں فیصلہ تعزیراتِ

پاکستان کے مطابق ہوگا۔ آپ تشریف لے جایئے عدالت کا وقت ضائع نہ فرمایئے۔ اگر اس آیت کا نفاذ مطلوب ہے تو پارلیمنٹ میں جایئے۔ اب اگلے مراحل دیکھئے۔ اگرچہ آئین کہتا ہے کہ قرآن سپریم لا ہے۔ لیکن ملاحظہ فرمایئے کہ عملاً پارلیمنٹ ہی سپریم ہے۔ (اقامتِ دین، حکومتِ الٰہیہ؟) چوری کے بارے میں اس حکم کا نفاذ مطلوب ہے؟ پارلیمنٹ کو کوئی ممبر بل پیش کرے گا۔ پھر وہ وزارتوں، کمیٹیوں کی نذر ہوگا۔ پھر اسمبلی اور سینیٹ میں بحث ہوگی۔ اس پر اکثریت حاصل کرنے کے لیے ووٹنگ ہوگی۔ اسے ان تمام پیچیدہ مراحل سے گزرتے ہوئے آگے پیچھے آنا جانا ہوگا۔ ترامیم پیش ہوں گی (حکمِ قرآنی میں!) ان مراحل میں مسلم و غیر مسلم ارکان برابر شریک ہوں گے۔ بالآخر ان مراحل سے پار ہو گیا تو صدر صاحب کی تائید اور دستخط درکار ہوں گے۔ (اس دوران امریکہ، مغرب کے میڈیا کا واویلہ پس منظر کی بلند آہنگ موسیقی کے طور پر چلے گا! اور پھر قرآن کا ایک قانون، تلاوت سے نکل کر اقامتِ دین کا مرحلہ سر کرے گا! قانونی شکل اختیار کرے گا۔ Act بن جائے گا۔ نفاذِ قرآن کے لیے ہر حکم کو یہی تمام مراحل سر کرنے، ارکانِ پارلیمنٹ، وزارتوں کی منت سماجت (استغفر اللہ) سے گزرنا پڑے گا، جن کی تائید، تصدیق، تردید کے آگے یہ تمام قرآنی احکام عیاذاً باللہ بے بس ہوں گے۔ سود (ربا کیس) کی حرمت کے لیے قانون سازی کی عملی مثال موجود ہے جو آج بھی معلق و معطل ہے۔ ملا عمرؒ نے افغانستان میں خلافت قائم کی تو لمحہ بھر میں قرآن ملک بھر کا آئین بن گیا اور چار سالہ حکمرانی کے دوران جنگوں سے تلپٹ ملک مثالی امن وسکون کا گہوارہ بنا رہا اور کفر کے لیے اتنا بڑا خطرہ تھا کہ اسے تباہ کرنے کو حملہ کر دیا گیا۔

ادھر ہم ہیں کہ 1924ء میں سقوط کے بعد جب خلافت کی بحالی 1996ء میں ملا عمر کی حکومت سے ہوئی۔ ہم نے مغضوب اور ضالین (یہودی اور عیسائی یعنی امریکہ اور نیٹو) کے ساتھ مل کر دہشت گردی (اسلام، اہلِ ایمان، جہاد، امارتِ اسلامیہ) کے خلاف اتحاد میں صرف اتحادی نہیں بلکہ صفِ اوّل کے اتحادی (Front line state) صلیبی فوج کا ہراول دستہ بن کر خلافت روئے زمین سے مٹا ڈالنے کا جرمِ عظیم کیا۔ آسمان پھٹ پڑے، زمین شق ہوگئی۔ ہم کیڑے مکوڑے بن کر بھنگے، پتنگے بن کر زلزلے، سیلابوں کا شکار ہوئے، مچھر ہم پر چھوڑ دیے گئے،

فراعنہ کا ساتھی بننے پر۔ لیکن ہم اپنا جرم باور کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ یہ گناہ نہ سرزد ہوتا اگر ہم نے محض تلاوت پر کئی دہائیوں تک اکتفانہ کیا ہوتا۔ اللہ سے اقامتِ دین کے وعدے پر ملک لے کر تلاوتِ دین تک بھول بیٹھے! قانون، معاشرت، معیشت، سیاست، ذرائع ابلاغ، تعلیم غرض ہر خانہ، دین سے یک سر خالی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تعزیراتِ پاکستان کی تلاوت (Reading) کو رواج دے دیا جائے اور عدالتوں وزارتوں میں قرآن کا نفاذ ہو؟ لیکن چہ بوالعجبی است کہ قرآن کی تلاوت ہو اور تنفیذ ہر جگہ نظام ہائے کفر کی ہو! ہم اللہ سے باغی ہیں۔ طاغی ہیں۔ خود طاغوت بنے ہر جگہ اپنے حکم چلا رہے ہیں۔

حضور ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں کے لیے شراب کی بندش کے لیے دو ابتدائی مختصر تبصرے قرآن میں آئے اور تیسری مرتبہ شراب کو: رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ۔ ''گندی باتیں، شیطانی کام'' بتا کر حکم دیا: فَاجْتَنِبُوْهُ ''باز رہو، پرہیز کرو، بچو'' پھر پوچھا، ''کیا تم باز رہو گے؟'' اور بغیر کسی جبر واکراہ، ڈنڈے، تھانے، جیل، پولیس اور جرمانے کے جواب آیا ''ہم باز آ گئے یا رب العالمین!'' (سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی پکار) اور تاریخ کے صفحات پر وہ حیران کن مناظر ثبت ہوئے کہ شراب مدینے کی گلیوں میں بہہ نکلی۔ مٹکے توڑ ڈالے گئے۔ صرف ایک فَاجْتَنِبُوْهُ کے حکم پر! مہنگی شراب، رگ و پے میں رچی شراب کی محبت، طلب، نشہ ہرن کرنے کو قرآن کا ایک حکم کافی تھا! یہ ہے اقامتِ دین!

قرآن جتنے احکام دے رہا ہے قصاص، زنا، قذف، چوری کی حدود ان کی سزا تلاوت کر کے، مصحف چوم کر، ترجمہ یاد کر کے، حسنِ قراءت کے ساتھ داد وصول کر کے طاق میں رکھ دینے کے لیے نہیں ہے۔ تلاوت نہیں اقامت! اللہ اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ کے ساتھ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ۔ ''باہم متفرق نہ ہو جاؤ''، منتشر پارہ پارہ نہ ہونے کا حکم دیتا ہے۔ وہ ہمیں کیسا دیکھنا چاہتا ہے؟ ''وہ تو ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر باہم پیوست و مربوط کفر کے خلاف جہاد کرتے ہیں۔ (الصّف:4)

یہ منظر صرف میدانِ جہاد میں ہے جہاں تمام دینی جماعتوں، تمام رنگ و نسل، زبان و قومیّتوں کی نمائندگی ہے لیکن سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند اخوت و محبت میں پروئے ہوئے۔

انہی پر اللہ کی مدد کا نزول ہوتا ہے۔یہی اقامتِ دین کے لیے ایستادہ طائفہ منصورہ ہے جن کے لیے اللہ نے کہا: وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ (الصافات) یہ ہمارا لشکر ہے، یہ غالب ہو کر رہے گا۔اللہ کا لشکر 48 ممالک کی محیرالعقول سائنس اور ٹیکنالوجی کو شکستِ فاش دے کر پوری انسانی تاریخ کا سب سے بڑا معجزہ رقم کر گیا۔ہم تلاوتِ دین کرتے رہ گئے، اقامتِ دین والے غالبون، مفلحون، فائزون ہو گئے! (ہمارے ذمے تو پوری دنیا کو پاکستان، بنا کر پاک کرنا تھا، ہم اپنے ملک کو بھی صوبہ در صوبہ بکھیرنے کے درپے ہیں!)

اہلِ کتاب سے ہماری جنگ کا ایجنڈہ صرف ان کا مسلم ممالک پر غاصبانہ قبضہ کرنا اور یا ایک صدی بھر سے خونِ مسلم سے ہولی کھیلنا ہی نہیں ہے بلکہ اس پر مزید وجہ مذکورہ بالا آیت ہے جو بہر صورت ہم پر بحیثیت مسلمان اور امت فرض ہے۔جس فرض کی ادائیگی جنگِ موتہ سے شروع ہوئی۔تبوک، لشکرِ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تا ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ۔ مقصد صرف اقامتِ دین ہے۔کل بھی اور آج بھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے راستے پر استقامت عطا فرما دے۔اپنی بندگی کے طریقے سکھا دے اور اپنی شانِ کریمی کے مطابق قبولیت عطا فرما دے۔آمین!

اعتذار

ماہنامہ حکمت بالغہ اگست 2021ء کے شمارہ میں صفحہ 8 کی پہلی اور آٹھویں اور صفحہ 16 کی نویں سطر میں ایک مغربی ماہر نفسیات کا نام 'میڈوگل' غلط ٹائپ ہو گیا ہے جبکہ صحیح نام 'میکڈوگل' (McDougall) ہے۔
قارئین درست کر لیں۔شکریہ

سیرتِ طیبہ و اوصافِ حمیدہ
رحمتِ عالم ﷺ

پروفیسر زُنیرہ ارم عینی
ایم فل کیمسٹری

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَر
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نوّرَ الْقَمَر
لَا یُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّه
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

میرے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ نہایت رحمدل ملنسار، مہربان، نہایت سخی اور فیاض انسان تھے، ہر چھوٹے بڑے سے محبت کرتے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے آپ ﷺ بہترین عقل اور رائے کے مالک تھے، بیہودہ اور فضول باتوں سے آپ ﷺ کو سخت نفرت تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ کسی کو برا بھلا نہ کہتے برائی کے بدلے برائی نہ کرتے بلکہ معاف فرما دیتے تھے، ذاتی معاملے میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی، کبھی کسی غلام یا لونڈی یا جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ جب گھر کے اندر تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے داخل ہوتے۔ باتیں آہستہ آہستہ کرتے تا کہ اگر سننے والا چاہے تو بیشک یاد کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا: اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ''اے رسول ﷺ آپ حسن اخلاق کے بڑے بلند مرتبے پر فائز ہیں''۔ آپ ﷺ کے صدق کا معاملہ یہ ہے آپ ﷺ ہمیشہ سچ بولتے اور زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا ہمیشہ سچ بولا اور سچ بولنے کی نصیحت فرمائی۔ صدق و سچائی کو جنتی

لوگوں کی نشانی قرار دیا اور فرمایا کہ جو شخص سچ بولے، امانت کی حفاظت اور نگہداشت کرے حسن خلق کا مالک ہو اور حلال کی روٹی کھائے اسے کسی چیز کا ڈر نہیں۔ لین دین، کاروبار، تجارت، الغرض ہر بات میں سچ بولتے تھے اسی وجہ سے آپ ﷺ بچپن سے ہی صادق اور امین مشہور ہو گئے تھے۔ سچائی کے معاملے میں آپ کے بدترین دشمن ابوجہل نے اعتراف کرتے ہوئے ایک دفعہ کہا تھا کہ اے محمد! میں تمھیں جھوٹا نہیں سمجھتا لیکن تمھاری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں ٹھہرتا۔ جب قیصر روم نے اپنے دربار میں ابوسفیان سے پوچھا کہ تمھارے ہاں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے کیا اس سے پہلے تم نے کبھی اس کو جھوٹ بولتے سنا؟ ابوسفیان نے کہا کہ نہیں۔ پھر شاہ روم نے کہا کہ ایسا سچا آدمی جھوٹا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ آپ بچپن سے ہی امانت اور دیانت کے لئے مشہور تھے اس لئے سب لوگ آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے قریش مکہ کو آپ ﷺ پر یقین اور بھروسہ تھا اس لئے اپنی امانتیں اور روپیہ پیسا آپ ﷺ کے پاس رکھ جاتے تھے۔ عدل وانصاف کے معاملے میں اپنے قریب اور دور کے لوگ آپ ﷺ کے لئے سب برابر تھے۔ اپنے پرائے امیر وغریب سب سے عدل کرتے اور ایک جیسا برتاؤ کرتے تھے ہمیشہ مظلوموں کی فریاد سنتے ان سے انصاف کرتے اور ان کا حق دلاتے تھے دشمنوں کو بھی آپ ﷺ کے عدل وانصاف پر پورا اعتماد تھا۔ جب تک مکہ میں رہے اہل مکہ اپنے جھگڑے قضیئے آپ ﷺ کے پاس لاتے تھے جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودی اور دوسرے مخالفین بھی اپنے جھگڑوں اور مقدمات میں آپ ﷺ ہی کے فیصلوں کو تسلیم کرتے تھے۔ آپ نہایت ہی رحم دل تھے اور ذاتی معاملات میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ قریش مکہ نے آپ ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور دکھ پہنچائے مقاطعہ کر کے دانہ پانی بند کیا تین برس تک شعب بنی ہاشم میں محصور رہے، حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کفار مکہ بے مروتی اور کمینگی کے اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کرنے لگے آپ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا ان سب تکلیفوں کے باوجود آپ نے کسی سے بدلہ نہیں لیا بلکہ جب انتقام کا وقت آیا تو آپ نے رحم وکرم سے کام لیتے ہوئے عفو درگزر کیا اور بدترین دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ بچپن سے ہی بہادر اور دلیر تھے شجاعت وبہادری کا یہ عالم تھا کہ کسی بڑے سے

بڑے بہادر کا رعب بھی نہ مانتے تھے اتنے نڈر اور بے باک تھے کہ قریش کے بتوں اور معبودوں کو خاطر میں نہ لاتے۔ بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک دن کسی شخص نے لات و عزیٰ بتوں کا واسطہ دے کر کچھ مانگا آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ان بتوں سے سخت نفرت ہے میرے سامنے ان کا نام نہ لیا کرو۔ غزواتِ نبوی آپ ﷺ کی بے مثال بہادری اور شجاعت کے گواہ ہیں ہمت و جرات دیکھیں تمام جنگیں اور غزوات 55 برس کی عمر کے بعد پیش آئے غزوۂ بدر، اُحد، غزوۂ حنین میں جس بہادری، استقامت اور شجاعت کا مظاہرہ کیا اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ بڑے روادار تھے اپنے تو اپنے غیروں کا بھی لحاظ کرتے تھے تکلیف کے وقت دشمنوں کی بھی مدد فرماتے۔ ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا وفد آپ ﷺ سے ملنے آیا انھوں نے اپنے طریقے کے مطابق عبادت کرنے کی خواہش کی تو آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی کہ وہ مسجد نبوی میں عبادت کرلیں۔

آپ ﷺ رحمت کا پیغام لے کر آئے تھے۔ آپ کی لڑائی اور جنگ صرف اللہ کے دین کے دشمنوں سے تھی، آپ نے ان جنگوں کے ذریعے گویا انسانیت کے خراب جسد پر نشتر لگا کر گندے مواد کو نکال دیا اور ایک ایسا پرامن معاشرہ قائم کیا جہاں ہر انسان اپنے حقیقی خالق و مالک کی بندگی کر کے دنیا و آخرت میں سکون حاصل کرنے والے بن گیا۔ لہٰذا آپ کی جنگیں اور غزوات بھی انسانیت کے لیے رحمت تھے۔ آپ ﷺ بے نظیر سیاسی تدبر اور حکمت و دانش کے مالک تھے۔ ہجرتِ حبشہ، ہجرتِ مدینہ، میثاقِ مدینہ، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے واقعات آپ کی سیاسی بصیرت اور تدبر کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔ یہ ہادئ برحق حضور اکرم ﷺ کی تربیت کا اعجاز تھا کہ جزیرۃ العرب کے جہالت میں ڈوبے ہوئے معاشرے میں آپ کی بعثت کے بعد صرف 23 برسوں میں ایسی شخصیات سامنے آئیں جن کے اخلاق و کردار کی نظیر تاریخ پیش نہیں کرسکتی کہ جو گمراہ معاشرے میں رہتے تھے ان کے اخلاق اور عادات و اطوار ایسے بدلے کہ وہی دنیا کے امام بن گئے۔ یہ تو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے۔ ع یہ شان ہے ان کے غلاموں کی تو سرکار کا عالم ہوگا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِہٖ
وَاَزْوَاجِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ اَتْبَاعِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بیس سالہ افغان جنگ میں امریکہ کو شکست فاش اور طالبان مجاہدین کی فتح

ابوفیصل محمد منظورا نور

وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَهَقَ الۡبَاطِلُ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا (81:17)

’’اور کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل فنا ہو گیا بے شک باطل بہر حال فنا ہونے والا ہے‘‘۔

بیس سال قبل امریکہ اور اس کی اتحادی تقریباً ساٹھ ممالک کی نیٹو افواج نے دنیا کے انتہائی پسماندہ اور غریب مسلمان ملک افغانستان پر حملہ آور ہو کر بین الاقوامی قوانین کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہوئے اس پر ظالمانہ بم باری کی اور اسے تہس نہس کر دیا۔ یو این او کی آشیر باد سے اس ظالمانہ اقدام میں اسے بعض مسلم ممالک کے نام نہاد حکمرانوں کی حمایت بھی حاصل رہی۔ 9/11 کا واقعہ ایک بہانہ تھا دراصل امریکہ اور مغربی ممالک، جن کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے، نے یہودیوں کو خوش کرنے کے لئے ایک ایسے ملک پر حملہ کیا جس نے بیس سال جہاد اسلام کے جذبات سے سرشار ہو کر روس جیسی عالمی سپر پاور کو شکست سے دوچار کر دیا تھا اور ملک میں عملاً دین اسلام کی شریعت کا نفاذ کر دیا تھا اور یہاں عدل وانصاف کا دور دورہ تھا اور ملک امن وامان کی طرف گامزن تھا۔ یہی بات عالم کفر کو گوارا نہ تھی اور بعض مسلم ممالک کے حکمرانوں کو بھی اپنے اقتدار چھینے جانے کا خوف تھا۔ اس لئے ان سب نے مل کر افغان مجاہدین کو ختم کرنے میں امریکی اقدام کی حمایت کر ڈالی۔ اس جنگ کو مسلط کرنے میں سب سے زیادہ شرمناک اور گھٹیا کردار نام نہاد انجمن اقوام متحدہ کا رہا جس نے مسلم دشمنی میں ایک بے وسیلہ اسلامی حکومت پر جنگ مسلط

کرنے کو جائز قرار دیا۔ موجودہ دور کے جدید ترین اسلحہ، اور مہلک ہتھیاروں بی 52 بمبار طیاروں اور ڈیزی کٹر بموں سے لیس وقت کے فرعونوں کو دین اسلام کے پیروکار مٹھی بھر مجاہدین کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک اطلاع کے مطابق بیس سالہ جنگ میں امریکہ کے تقریباً 22 کھرب 60 ارب ڈالرز خرچ کرنے کے باوجود اسے ہزیمت اٹھانا پڑی۔ بالآخر امریکہ اور اس کی اتحادی نیٹو افواج کو میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہونے میں ہی عافیت نظر آئی۔ چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ عالمی سپر پاور کا بیج لگا کر کہ بے سروسامان افغان مجاہدین پر حملہ آور ہونے والا وقت کا فرعون امریکہ اپنے فوجیوں کے پرامن انخلاء کی بھیک مانگ رہا ہے۔

امریکی افواج کے جاتے ہی افغان طالبان نے پورے ملک افغانستان پر قبضہ کر کے حکومت سازی کا اعلان کیا اور باقاعدہ کابینہ کا اعلان کر کے امور مملکت سرانجام دینے لگے ہیں۔ برسوں تک گوانتانا موبے میں امریکی مظالم برداشت کرنے والے اکثر مجاہدین اب ملک کے حکمران بن چکے ہیں۔ اتنی بڑی شکست کے باوجود امریکہ اور اس کے اتحادی اسلام دشمنی میں سازشوں سے باز نہیں آ رہے۔ طالبان کی فتح انھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں ہو رہی۔ وہ بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ سے طالبان حکومت کو کمزور کر کے ناکام بنانے کی سازشوں میں مصروف ہیں۔ ایک طرف داعش اور القاعدہ ایسی تنظیموں کا ہوا کھڑا کر کے ایک بار پھر سے افغانستان پر حملہ کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ دوسری طرف انسانی حقوق کا پرچار کر کے خصوصاً خواتین کو مادر پدر آزادی دینے کا ایجنڈہ اور مغربی ثقافت کو مسلم ملک میں زبردستی نافذ کرنے پر اصرار تہذیبوں کے تصادم کی راہ ہموار کرنے کی سازش ہے۔ امریکہ اور اس کے مغربی اتحادیوں کو ہوش کے ناخن لے کر افغان مجاہدین طالبان سے شکست فاش سے سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومت مخالف اور باغی سرداروں کی سرپرستی کرنے سے خطہ ایک بار پھر سے بدامنی کا شکار ہوسکتا ہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان کی حکومت کے قیام سے سب سے زیادہ تکلیف بت پرست ہندو ملک بھارت اور اسرائیل کو ہے جنھوں نے کشمیر اور فلسطین پر بزور طاقت ناجائز قبضہ کر کے آزادی کی تحریکوں کو ظالمانہ طریقوں سے دبانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے طالبان مجاہدین کی کامیابی نے دنیا بھر کے حریت پسندوں کے حوصلے بلند کر دیے ہیں اور انھیں بھی یقین ہو گیا ہے کہ وہ جلد یا بدیر

ظالموں سے نجات حاصل کر کے کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ جنیوا میں منعقدہ ڈونر کانفرنس میں طالبان حکومت کے لئے اگلے چار سالوں کے لئے بارہ ارب ڈالرز کی امداد کا اعلان، جسے انسانی حقوق کے تحفظ اور امن مذاکرات سے مشروط کیا گیا ہے۔ پرامن فوجی انخلاء میں تعاون کرنے پر امریکہ بہادر کو بھی افغان حکومت کے منجمد کردہ اثاثے اور اربوں ڈالرز فوری واپس کرنے چاہئیں تاکہ طالبان حکومت کے ساتھ اس کی اعتماد سازی کی فضا بہتر ہو سکے۔ اب طالبان بھی عالمی قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے عملی اقدامات سے دنیا کو مطمئن کریں گے۔ ڈونر کانفرنس میں طالبان حکومت کی مالی امداد کو دنیا بھر کے غریب ممالک کی عوام نے قابل ستائش اقدام قرار دیا ہے۔ امید کی جاسکتی کہ طالبان حکومت غیر ملکی سازشوں سے باخبر رہتے ہوئے باہمی اختلافات کو دور کر کے باہمی ملکی اتحاد و یگانگت کے ساتھ امور مملکت چلائیں گے اور جو آسائشوں سے مزین عمارات اور آرام دہ گاڑیاں ان کے قبضے میں آئی ہیں ان کی آسائشوں میں گم ہو جانے کی بجائے اپنی سابقہ روایات کے مطابق سادہ زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے عملی جہاد جاری رکھیں گے۔

ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹا گون پر نائن الیون حملوں کی 20 ویں برسی سے قبل لندن میں قائم ایک تنظیم 'ائیر وارز' نے شہریوں کی ہلاکتوں کا تخمینہ جاری کیا۔ ائیر وارز کے مطابق مشرق وسطیٰ اور افریقہ میں امریکی قیادت میں کیے گئے۔ پچھلے بیس سالوں کے دوران فضائی حملوں کے نتیجے میں کم از کم 22 ہزار شہری ہلاک ہوئے ہیں۔ تاہم ہلاکتوں کی تعداد 50 ہزار تک ہو سکتی ہے۔ مذکورہ تنظیم کے مطابق 2001ء سے جب نیویارک اور واشنگٹن ڈی سی میں حملوں کے بعد امریکی قیادت نے دہشت گردی کے خلاف جنگ شروع کی تو امریکی کارروائیوں میں کم از کم 22 ہزار 679 اور زیادہ سے زیادہ 48 ہزار 308 شہری ہلاک ہوئے۔ ائیر وارز کا کہنا ہے کہ یہ تعداد افغانستان اور عراق میں امریکی قبضوں کے دوران مرنے والے شہریوں کے ساتھ ساتھ عراق اور شام میں داعش کے خلاف بمباری جبکہ لیبیا، پاکستان، صومالیہ اور یمن میں امریکی حملوں میں مرنے والے شہریوں کی ہے۔ کم از کم اموات کی تعداد پر نظر ڈالیں تو 2003ء میں کم از کم 5 ہزار 529 شہریوں کی مبینہ امریکی حملوں سے ہلاکت کی اطلاع ملی تھی یہ تمام حملے تقریباً عراق میں ہوئے۔ اگلا مہلک ترین سال 2017ء تھا جب ڈونلڈ ٹرمپ کا امریکی صدر کے طور پر پہلا سال تھا، 2017ء میں عراق

اور شام پر مبینہ اتحادی بمباری کے نتیجے میں کم از کم 4 ہزار 931 شہری ہلاک ہوئے۔سب سے خطرناک سال 2017ء ہی تھا۔اس سال داعش کے خلاف امریکی اور اتحادی حملوں کے نتیجے میں 19 ہزار 623 شہری ہلاک ہوئے۔اتنی بڑی تعداد میں ہلاکتوں کے باوجود امریکہ نے کیا حاصل کیا اور افغان مجاہدین کے سامنے سرنڈر کرتے ہوئے راہ فرار اختیار کی جس پر اس کی دنیا بھر میں جگ ہنسائی ہورہی ہے۔31 اگست کی آخری تاریخ سے پہلے ہی امریکی فوجیوں نے مجموعی طور پر 73 طیارے،تقریباً 100 گاڑیاں اور دیگر سامان ترک کردیا تھا لیکن امریکی سنٹرل کمانڈ کے سربراہ جنرل کینتھ میک کینزی نے کہا کہ اس اسلحہ کا استعمال ناممکن کردیا گیا ہے اور کہا ہے کہ وہ طیارے دوبارہ کبھی نہیں اُڑیں گے امریکی جنرل کے مطابق افغان فوجی اپنے زیر قبضہ فوجی سازوسامان کو تباہ یا غیر فعال کرنے کی بجائے خوف زدہ ہوکر فرار ہوگئے تھے۔

9/11 کا واقعہ امریکی حکومت کا خودساختہ تھا جو مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے کیلئے بہانہ تراشا گیا تھا۔امریکی سی آئی کے سابق افسر کا بستر مرگ پر دیا گیا بیان ملاحظہ ہو:

'Yes we did it', Ex-CIA agent allegedly admits to blowing WTC on 9/11

Washington: Death angel does wonders! Malcom Howard, a 79-year-old retired CIA agent allegedly revealed some open secrets along with series of astonishing claims, after being released from hospital in New Jersey on Friday. He says he has weeks to live.

"I was involved in the controlled demolition of World Trade Center 7, the third building that was destroyed on 9/11," Mr. Howard claims.(www.bhatkallys)

9/11 کا بہانہ کرکے 7 اکتوبر 2001ء میں امریکی فوج نے طالبان اور القاعدہ پر فضائی حملوں کا آغاز کیا۔13 نومبر 2001ء امریکا کے حمایت یافتہ شمالی اتحاد کی فوجیں کابل میں داخل ہوگئیں۔تقریباً ایک مہینے کی لڑائی کے بعد طالبان پسپا ہوکر جنوب کی طرف چلے گئے۔ امریکہ نے دو سال تک وحشیانہ بمباری کرکے نہتے عوام کو ہلاک اور ان کے گھروں کو تباہ وبرباد کیا۔امریکہ نے 4 ستمبر 2018ء کو طالبان کے ساتھ مذاکرات کا آغاز کیا اور متعدد ملاقاتوں کے بعد اگرچہ 29 فروری 2020ء میں دوحہ میں طالبان کے ساتھ فوج کے انخلا کا معاہدہ کرلیا مگر

دانستہ تاخیری حربے اختیار کیے اور پھر 12 ستمبر 2020ء میں افغان حکومت اور طالبان مذاکرات کاروں نے کئی ماہ کی تاخیر کے بعد بالآخر دوحہ میں ہی امن مذاکرات کا آغاز کر دیا۔ اس طرح 2 دسمبر 2020ء میں افغان حکومت اور طالبان امن مذاکرات کے طریق کار پر اپنے ابتدائی معاہدے تک پہنچ گئے۔ 19 سال کی خونریز جنگ کے بعد یہ پہلا تحریری معاہدہ تھا۔ 14 اپریل 2021ء کو امریکی صدر جو بائیڈن نے اعلان کیا کہ طالبان کے ساتھ کیے گئے معاہدے کے تحت امریکی افواج کا 11 ستمبر سے قبل غیر مشروط انخلا مکمل ہو جائے گا مگر 2 جولائی 2021ء کو امریکا نے کابل کے نواح میں واقع اپنا سب سے بڑا فوجی اڈہ بگرام اچانک خالی کر دیا اور 31 اگست 2021ء کو امریکی فوجیں افغانستان سے نکل گئیں۔ 20 سالوں سے امریکہ کی تربیت یافتہ 3 لاکھ 7 ہزار کے لگ بھگ افغانیوں کی فوج طالبان مجاہدین کے سامنے ریت کی دیوار کی طرح تحلیل ہوگئی پورے ملک میں کہیں بھی قابل ذکر مزاحمت بھی نہ ہوسکی۔ افغانستان پر مکمل کنٹرول کے بعد امریکا کی جانب سے افغان سکیورٹی فورسز کو دیا گیا اربوں روپے مالیت کا اسلحہ مال غنیمت کے طور پر طالبان کے ہاتھ لگ چکا ہے۔ سابق امریکی فوجی اور ری پبلکن کے کانگریس رکن کے مطابق 85 ارب ڈالر کے ہتھیار طالبان کے ہاتھ لگے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق طالبان کے قبضے میں آنے والے فوجی سامان میں بلیک ہاک ہیلی کاپٹر اور اے 29 سپر ٹوکانو اٹیک ایئر کرافٹ بھی شامل ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق طالبان کے قبضے میں اب روایتی کلاشنکوف کی بجائے ایم 4 کاربائنز، ایم 16 رائفلز، ایم 24 اسنائپر رائفلز اور ایم 18 اسالٹ رائفل ہیں۔ طالبان اب امریکی ہم ویز اور بارودی سرنگوں سے بچنے کی صلاحیت رکھنے والی فوجی گاڑیوں میں گھوم رہے ہیں۔ بلیک ہاکس، سپر ٹو ائیر کرافٹس اور سی 130 طیارے بھی طالبان کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ امریکی میڈیا کا دعویٰ ہے کہ طالبان کے ہاتھ لگنے والے امریکی اسلحے میں 22 ہزار 174 ہم ویز، 634 ایم آئی ون ون سیون آرمرڈ وہیکل، 155 مائن پروف وہیکلز، 169 ایم 13 آرمرڈ پرسنل کیریئرز، 42 ہزار ٹرک اور ایس یو ویز، 64 ہزار 363 مشین گنز، ایک لاکھ 62 ہزار 43 ریڈیو سیٹس، 3 لاکھ 58 ہزار 530 اسالٹ رائفلز، ایک لاکھ 26 ہزار 295 پسٹلز اور 176 توپیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ 33 ایم 17 ہیلی کاپٹرز، 33 بلیک ہاک ہیلی کاپٹر، 43 ایم ڈی 530 ہیلی کاپٹرز، 4 سی 130 کارگو طیارے، 23 اے 29 سپر ٹوکانو ائیر کرافٹس، 28 سیسنا ائیر کرافٹ، 10

سیسنا اسٹرائیک ائیر کرافٹس بھی طالبان کے قبضے میں آ چکے ہیں۔ یہ اسلحہ اور ساز وسامان کابل، مزار شریف، قندھار، قندوز، ہرات، گردیز اور لشکر گاہ میں قائم اسلحہ ڈپوز میں موجود ہے۔ امریکا نے 20 سال میں 2 کھرب 26 ارب ڈالر خرچ کیے۔ دفاعی بجٹ میں 933 ارب ڈالر، جنگ کے لیے قرضوں پر سود 530 ارب ڈالر اور جنگ میں شریک ہونے والے فوجیوں کی بہبود کے لیے اربوں ڈالر خرچ کیے۔ اس کے علاوہ امریکی وزارت خارجہ کی جانب سے بھی 59 ارب ڈالر خرچ کیے گئے۔ افغان طالبان نے امریکی فورسز کی گاڑیوں اور اسلحہ پر قبضہ کرلیا۔ طالبان، اسلحہ اور سامان افغان فوجیوں سے خریدتے ہیں۔ بیس سال کی افغان جنگ میں 47 ہزار 245 افغان شہری، 3846 امریکی کنٹریکٹرز اور 2442 امریکی فوجی مارے گئے۔ 1144 اتحادی فوجی اور امدادی اداروں کے 444 رضا کار بھی مرنے والوں میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ 66 ہزار افغان نیشنل آرمی اور پولیس اہکار بھی جنگ کی نذر ہوئے جبکہ 53 ہزار 191 طالبان اور حکومت مخالفین بھی ہلاک ہوئے۔ افغانستان میں جنگ کے دوران 72 صحافیوں نے بھی فرائض کی انجام دہی کے دوران جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ اسکے ساتھ ہی گزشتہ 20 سالوں کے دوران مشرقی وسطی اور افریقہ میں امریکی فضائی حملوں میں کم از کم 22 ہزار عام شہری مارے گئے۔ طالبان کے خلاف مزاحمت کاروں کو وادی پنجشیر میں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ طالبان نے افغانستان پر مکمل کنٹرول حاصل کرلیا تاہم پنجشیر میں مزاحمتی قوتوں کے رہنما احمد مسعود اور امراللہ صالح نے شکست تسلیم نہیں کی اور افغان فوج کے بھگوڑے اور ان کے ساتھ مقامی ملیشیا گروپوں کی باقیات مزاحمت جاری رکھے ہوئے ہیں طالبان کہتے ہیں کہ پنجشیر کی فتح کے ساتھ ہی ہمارا ملک مکمل طور پر جنگ کی دلدل سے نکل گیا ہے 40 سال کے تنازعہ کے دوران پہلی بار طالبان مخالف گڑھ کو شکست ہوئی ہے۔ نہتے اور کمزور بے وسیلہ افغان مجاہدین نے جہاد اسلام کی تاریخ رقم کردی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کی طاقت سے بڑی سے بڑی طاقت کو شکست دی جاسکتی ہے طالبان کی فتح سے مظلوم کشمیریوں، فلسطینیوں اور روہنگیا مسلمانوں کی آزادی کی تحریکوں میں نئی روح پھونک دی ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی اقبال

تبصرۂ کتب

تبصرہ نگار: عبدالمجید کھوکھر

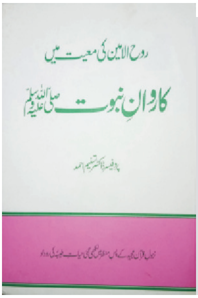

روح الامین کی معیت میں
کاروانِ نبوت ﷺ

تالیف : پروفیسر ڈاکٹر تسنیم احمد

ناشر : مکتبہ دعوۃ الحق، اٹاوہ سوسائٹی، کراچی

کاروانِ نبوت کی یہ جلد نمبر 11 ہے، جس میں قرآن پاک کی تنزیلات کے مطابق جمادی الاوّل 5 ہجری سے رمضان 6 ہجری تک واقعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس کتاب میں سیرتِ طیبہ کے ان کئی گوشوں کا تذکرہ کیا گیا جو سیرت کے عام جلسوں اور محفلوں میں بہت کم بیان کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر تسنیم احمد صاحب اور ان کے معاونین لائق صد تحسین ہیں کہ جہد مسلسل سے تھوڑے عرصہ میں اہم موضوع پر ایک نادر انداز بیان والی کتاب کی گیارھویں جلد شائع کر دی۔ مولف لکھتے ہیں: ''......اللہ تعالیٰ کے اس فضل کا مظہر ہے کہ نزولِ قرآن مجید کے سائے میں سیرتِ خیر الانام ﷺ کے علمی اور تصنیفی کام کو مکمل کرنے کا جذبہ کورونا کا شکار ہونے پر مزید بڑھ کر توانا ہو گیا اور یہ بات دل میں بٹھا گیا کہ نہ جانے کتنی حیاتِ مستعار باقی ہے کام جلدی کر لیا جائے''۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت بخشے اور باقی کام کے لیے مزید آسانیاں اور وسائل میسر فرمائے۔ کتاب کا قاری ایک تشنگی ضرور محسوس کرتا ہے کہ اس میں حوالہ جات ذکر نہیں کیے گئے۔ ظاہر بات ہے کہ کسی آیت کے بارے میں جب لکھا جائے گا کہ یہ اتنے نمبر وحی ہے اور اس کا زمانۂ نزول یہ ہے اور یہ اس پس منظر میں نازل ہوئی تھی تو حوالہ اور سند مذکور نہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے والا کمی محسوس کرے گا، بہر حال اُمید ہے کہ آئندہ طباعت میں اس کمی کو پورا کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ سیرۃ النبی کے اس سلسلہ کو ہر لائبریری کی زینت ہونا چاہیے اور ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (صفحات: 276، قیمت: 650 روپے)

رسید تحائف

محترم جناب ڈاکٹر عمر حیات عاصم سیال صاحب، ملک کی علمی شخصیت ہیں۔ وہ ضلع جھنگ کے گاؤں کابلی میں (3 ستمبر 1958ء) پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم کا آغاز کیا پھر کراچی منتقل ہو گئے اور وہاں کے تعلیمی اداروں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی بعدازاں وہیں پر تعلیمی و تدریسی خدمات میں مصروف ہو گئے اور ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامی سنٹر، جامعہ کراچی رہے ہیں اور بیسیوں کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور انھوں نے اپنی اکثر کتابوں میں علامہ اقبال کی فکر کو خاص اہمیت دی ہے۔ ان کی اپنے آبائی گاؤں میں بھی علمی خدمات ہیں اور ایک وسیع لائبریری بھی قائم کی ہوئی ہے۔ موصوف نے اپنی تصنیفات میں سے 17 کتابوں کا تحفہ ہمیں ارسال کیا ہے اس پر ادارہ ان کا شکر گزار ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان و صحت کی سلامتی کے ساتھ خوش و خرم رکھے اور ان کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔ ان کتابوں کا مختصر تعارف مسطور ذیل ہے

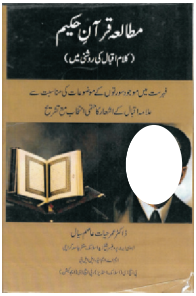

1 نام کتاب: مطالعہ قرآنِ حکیم (کلامِ اقبال کی روشنی میں)

اس کتاب کے تعارف میں مصنف خود لکھتے ہیں: دی علم فاؤنڈیشن کراچی کا تیار کردہ نصابِ تعلیم سات حصوں پر مشتمل ہے۔ یہ نصاب معیاری اور موجودہ دور کی اہم ضرورت ہے۔ مطالعہ اسلامیات کے اس نصاب میں قرآن مجید کا مکمل متن شامل ہے۔ اساتذہ اور

طلباء وطالبات کی تدریس وتفہیم کے لیے جملہ عنوانات سے مطابقت رکھتے ہوئے علامہ اقبال کے کلام سے انتخاب کر کے ہر کتاب سے متعلق گائیڈ تیار کی گئی ہیں جس میں نصاب میں شامل قرآنی آیات کے مرکزی مفہوم کو سمجھانے کے لیے اقبالیات سے مدد لی گئی ہے۔(صفحات:550)

2 نام کتاب: اقبال کا مسلم نوجوان

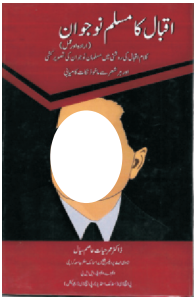

(ارادہ اور عمل)

(صفحات:122)

3 نام کتاب: بچوں کا اقبال

(اقبال سٹیڈیز، چار جلدیں)

4 نام کتاب: کامیابی کے بنیادی اصول

(قرآن مجید اور کلامِ اقبال کی روشنی میں)

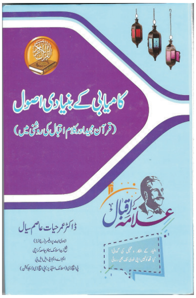

یہ چھ کتابیں چھ حسین گلدستے ہیں جو مصنف نے گلستانِ اقبال سے خوشہ چینی کر کے اقبالیات آسان تحریک کے تحت نونہالانِ وطن کی تعلیم وتربیت کے لیے تیار کیے ہیں۔ یہ کتابیں اس قابل ہیں کہ انھیں تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ یہ ملک کے شاہین بچوں کی بلند پرواز کے لیے روح کی تازگی، زندگی کی تمازت، جذبہ کی بیداری کا باعث ہوں اور اہل پاکستان کے لیے مستقبل قریب میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی راہ ہموار ہو جائے۔

5 نام کتاب: علامہ اقبال اور تدوین فقہ

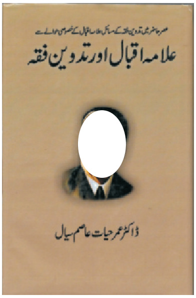

یہ کتاب ایک تحقیقی مقالہ ہے جس پر جامعہ کراچی نے مصنف کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے۔ اس میں ''دورِ حاضر میں تدوین فقہ اور اس کے مسائل'' کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے مفکرِ پاکستان علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے افکار وتصورات کو بنیادی اہمیت

دی گئی ہے۔کتاب کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے: باب اوّل: فقہ و اجتہاد کی تاریخ۔ باب دوم: دورِ حاضر میں اسلامی قانون سازی کی مشکلات۔باب سوم: اُمت کی مشکلات کی کلید اجتہاد کا احیاء۔باب چہارم: فصل اوّل:......اقبال کا تصورِ اجتہاد، فصل دوم: اسلامی احکام کی جدید قانونی نگارش۔فصل سوم: عدالتی نظام کے طریقہ کار میں تبدیلی کے امکانات۔فصل چہارم: پیغامِ اقبال میں مسلکی اختلافات کے خاتمے کا طریقہ کار، فصل پنجم: اسلامی قوانین کا استنباط۔ فصل ششم: روایتی اور جدید قانون سازی، اقبال کی نظر میں۔باب پنجم: علامہ اقبال اور حقوقِ نسواں۔باب ششم: علامہ اقبال کا نظریۂ تعلیم۔باب ہفتم: اقبال کا نظریہ معیشت۔یہ کتاب ملک وملت کے بہی خواہوں اور نفاذ دین اسلام کے خواہش مند حضرات کے غور وفکر کے لیے کافی سامان رکھتی ہے۔(صفحات:360)

6 نام کتاب:

1۔نظریہ پاکستان اوراس کے محافظین

(صفحات176)

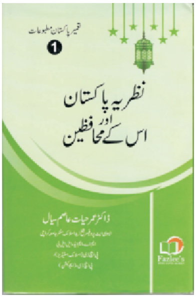

7 نام کتاب:

2۔پاکستان سے محبت کے تقاضے

(صفحات200)

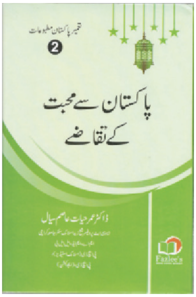

8 نام کتاب:

3۔ہندومت،اسلام اور پاکستان

(صفحات96)

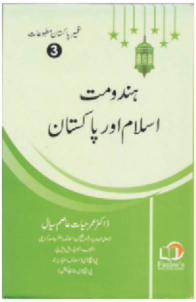

9 نام کتاب:

4۔ استحکامِ پاکستان، سیرۃ طیبہ کی روشنی میں

(صفحات 104)

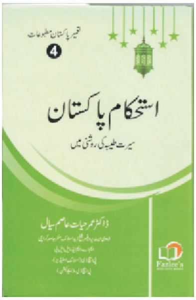

یہ چار کتابیں ''تعمیر پاکستان سلسلۂ مطبوعات'' کے تحت مطالعہ پاکستان کی مؤثر تدریس کی ضرورت کے پیش نظر تحریر کی گئی ہیں۔ ان میں شامل منتخب تحریری مواد طلباء وطالبات کے ذہنوں میں اسلامی بنیادوں پر پاکستان کی مضبوط و مستحکم تعمیر کے لیے کام کرنے کا داعیہ پیدا کرتا ہے اور قیام پاکستان کے مقاصد اور استحکام پاکستان کے ذرائع سے متعلق رہنمائی مہیا کرتا ہے۔

10 نام کتاب: پاک چین دوستی۔

بے داغ ماضی، شاندار حال، روشن مستقبل

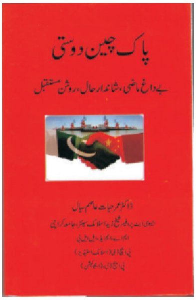

پاکستان اور چین دونوں ملک باہم پڑوسی بھی ہیں، دونوں کے درمیان دوستی، جذبہ خیرسگالی بھی ہے اور ایک دوسرے کے لیے بہت اہمیت بھی رکھتے ہیں۔ پاک چین دوستی کا سفر بہتر طریقے پر جاری رہے اس کے لیے دونوں ممالک کو ایک دوسرے کی تہذیب، سوچ وفکر اور رجحانات کا سمجھنا ضروری ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر مصنف نے اس کتاب میں چین کی تاریخ وتہذیب، چین کے عالم اسلام سے سیاسی، تجارتی اور مذہبی تعلقات، چین میں اسلام اور مسلمان، چین کا نظام اور پاکستان اور چین کے سفارتی تعلقات وغیرہ امور پر اظہار خیال کیا ہے۔ (صفحات: 180)

11 نام کتاب: هندومت، الاسلام و الباكستان (عربی)

مترجم: نعمت الله الالمعى النقشبندى

ہندوستان اور پاکستان یہ دونوں ملک بھی باہم پڑوسی ہیں اور ان کی متصل سرحد سینکڑوں میل پر پھیلی ہوئی ہے، دونوں ممالک نے برطانوی سامراج سے اکٹھے آزادی حاصل کی ہے۔ لیکن کئی کوششوں کے باوجود بھی ان کے درمیان دوستی کا تعلق قائم نہیں ہوسکا بلکہ دشمنی روز

افزوں ہے۔اس کی کیا وجوہات ہیں؟ انہی کو جاننے کے لیے اس کتاب میں ہندو قوم کی تاریخ، سوچ وفکر، نظریات، فلسفوں، رویوں اور روایات سے آ گاہی فراہم کی گئی ہے۔مصنف نے مسکت اورموثر طرز استدلال اختیار کرتے ہوئے زیادہ تر ہندو رہنماؤں ہی کی باتیں نقل کی ہیں۔یہ کتاب اوپر درج 8 نمبر کتاب کا عربی ترجمہ ہے۔(صفحات:80)

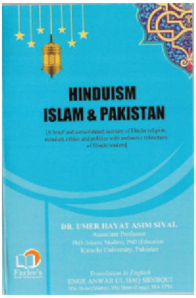

12 نام کتاب: **HINDUISM, ISLAM & PAKISTAN**

یہ کتاب اوپر درج 8 نمبر کتاب ہی کا انگریزی ترجمہ ہے۔
(صفحات:88)

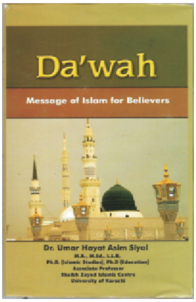

13 نام کتاب: **Da'wah Message of Islam for Believers**

انگریزی زبان کی اس کتاب میں مصنف نے 'دعوتِ دین' کے حوالے سے داعی کی خصوصیات، دعوت کے اصول، سیرت طیبہ سے دعوت کے حوالے سے رہنمائی، داعی کی شخصیت اور جدید دور میں دعوت کے حوالے سے خصوصی ہدایات کو رقم کیا ہے۔ (صفحات:114)

14 نام کتاب: **QUALITY MANAGEMENT IN EDUCATION**

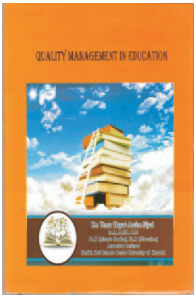

کراچی کے ایلیمنٹری سکولوں میں انتظامی معیار کے حوالے سے یہ تھیسس سکولوں میں اساتذہ کے تعلیمی معیار، طالب علموں کے تعلّمی معیار، نصاب اور کتب کا جائزہ، والدین اور سکول میں رابطہ کی کیفیت اور سکول کے تعلیمی ماحول کے وسیع جائزہ پر مشتمل ہے۔

(صفحات:92)

یہ تمام کتابیں فضلی بک سپر مارکیٹ، ٹمپل روڈ، اردو بازار، کراچی **021-32633887** سے طبع ہوئی ہیں۔

خصوصی نظم

کمال سالارپوریؔ

آئے گا ایک انقلاب آج نہیں تو کل ضرور
مہکیں گے سنبل و گلاب آج نہیں تو کل ضرور

ظلم و ستم کے دور سے پائے گی زندگی نجات
دیکھیں گے سارے شیخ و شاب آج نہیں تو کل ضرور

قوم و وطن کی لوٹ کا مال نہ ہوسکے گا ہضم
ہوگا سبھی کا احتساب آج نہیں تو کل ضرور

ظلماتِ کفر و سرکشی مٹ کے رہے گی ملک میں
اُبھرے گا حق کا آفتاب آج نہیں تو کل ضرور

چھائے گی ارضِ پاک پر پھیلے گی کل جہان پر
دعوتِ سنت و کتاب آج نہیں تو کل ضرور

نیکی کے دشتِ خشک میں آئے گی دائمی بہار
ہوگا بدی کا سد باب آج نہیں تو کل ضرور

فقر و خودی کے نور سے اپنا اثر دکھائے گا
میرا کمال لاجواب آج نہیں تو کل ضرور

(بشکریہ ماہنامہ نشور کراچی ستمبر 2021ء)

اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر کہ جو سچائی کی خاطر دُکھ اُٹھاتا تھا
سلام اس پر کہ جو بھوکا رہ کر اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اس پر جو اُمت کے لیے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر جو فرشِ خاک پر جاڑوں میں سوتا تھا

سلام اس پر جو دنیا کے لیے رحمت ہی رحمت ہے
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیّت ہے

سلام اس ذات پر جس کے پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے

درود اس پر کہ جو تھا صدرِ محفل پاکبازوں میں
درود اس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں

(ماہرالقادری)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ

طباعت دوم

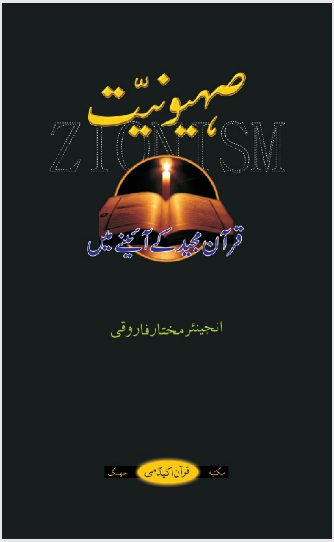

قرآن مجید کی رہنمائی میں
صہیونیت سے روشناسی کے لیے
انجینئر مختار فاروقیؒ
بانی مدیر حکمت بالغہ
کے قلم سے حکمت بالغہ کے شماروں میں
سلسلہ وار مضامین شائع ہوئے تھے

یہ مضامین اب کتابی صورت میں بھی دستیاب ہیں

- صہیونیت کے خدوخال
- صہیونیت 600 ق م سے 610ء تک
- صہیونت کی قتل انبیاء کی روش اور انکارِ ختم نبوت
- صہیونیت کا منطقی انجام

صہیونیت
قرآن مجید کے آئینے میں

صفحات: 304 ✷ اعلیٰ جلد ✷ قیمت: 550 روپے

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

Vol 15
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
OCTOBER 2021
No 10

کئی دماغوں کا ایک انساں، میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے؟
قلم کی عظمت اُجڑ گئی ہے، زباں کا زور بیاں گیا ہے

ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ کے بانی مدیر
صدرِ مؤسس انجمن خدام القرآن جھنگ، بانی قرآن اکیڈمی جھنگ

خادم القرآن

انجینئر مختار فاروقی علیہ الرحمہ

کی رحلت پر

ان شاء اللہ

حکمت بالغہ کا آئندہ شمارہ

یادِ فاروقی نمبر

کے عنوان سے شائع ہوگا

تمام قارئین خصوصاً اہل قلم حضرات سے التماس ہے کہ انجینئر مختار حسین فاروقی (مرحوم) سے متعلق کوئی بھی یادداشت، واقعات اور تاثرات وغیرہ قلم بند کر کے ہمیں ارسال فرمائیں تاکہ وہ اس اشاعت کی زینت بن سکیں۔

(ادارہ)